جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

# النور

تبوک-اخاء ۱۳۸۸ہش
ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۹ء

خصوصی ۲۰۰۹ جلسہ سالانہ امریکہ شمارہ

Prayer Service at Capital of Washington State - Led by Imam Irshad Ahmad Malhi
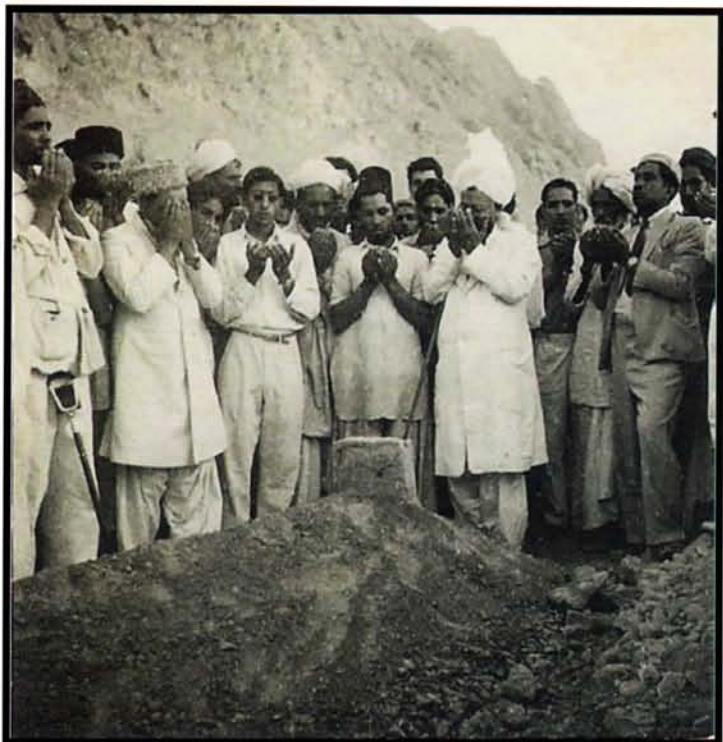
Major Dr. Mahmood Ahmad: The first Ahmadi to be martyred in Pakistan.
This incidence took place in 1948 in Quetta, during the visit of Hadhrat Khalifatul Masih II[ra].

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (2:258)

# النـــور

ستمبر۔ اکتوبر 2009

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ



لکھنے کا پتہ: Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ○

(یونس: 70)

تُو کہہ دے یقیناً وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں کامیاب نہیں ہوں گے۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 55}

## فہرس

# قرآن کریم

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰۤی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ج یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَo وَمَالَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا جَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ لا وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَo فَاَثَابَھُمُ اللّٰہُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَo

(سورۃ المآئدۃ: 84-86)

اور جب وہ اُسے سنتے ہیں جو اس رسول کی طرف اتارا گیا تو تُو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں میں تحریر کر لے۔ اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ اور اُس حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا جبکہ ہم یہ طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے زُمرہ میں داخل کرے گا۔ پس اللہ نے اس بناء پر جو انہوں نے کہا اُن کو ایسی جنتیں ثواب میں دیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ اور احسان کرنے والوں کی یہی جزا ہوا کرتی ہے۔

**حضرت خلیفة المسیح الاولؓ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :**

رشک اور غبطہ بھی ایک نعمت ہے۔ کسی کو علم آتا ہے اور وہ اسی علم کو رات دن اللہ تعالیٰ کیلئے بڑھاتا ہے کسی کے پاس مال ہے اور وہ اسے صبح وشام رضائے الٰہی میں خرچ کرتا ہے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی حالت قابلِ غبطہ ہے۔

اب دیکھو اللہ جس بات کی تعریف کرے وہ کیوں مومن کیلئے قابلِ رشک نہ ہو۔ اس رکوع میں عیسائی حبشیوں کا ذکر ہے کہ جب صحابہؓ ان کے پاس ہجرت کر کے گئے اور جعفرؓ نے قرآن سنایا تو ایسے روئے کہ گویا آنکھیں بہی جاتی تھیں۔ تم لوگ جو مسلمان کہلاتے ہو اپنے دل میں سوچو کہ کیا تمہاری یہ حالت ہے۔

ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ قرآن شریف کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ (الزمر: 24)، میں نے ایسے کئی نظارے دیکھے ہیں ایک امیر اپنے خادم پر نہایت ناراض ہوا۔ جوش غیظ وغضب میں خادم کو مارنے کو اُٹھا۔ ایک پاؤں دہلیز کے باہر تھا اور ایک اندر کہ میں آ گیا۔ میں نے پڑھا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اٰلِ عمران: 135) میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ اور دیر تک کھڑا رہا۔ اس کا چہرہ زرد رہ گیا۔ حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک امیر آیا۔ اس نے اس بات کو بہت مکروہ سمجھا کہ ایک دس برس کا لڑکا بھی بیٹھا ہے۔ کہ ایسی عالی شان بارگاہ میں لونڈوں کا کیا کام؟ اتفاق سے حضرت عمرؓ اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاّد کو بلایا۔ وہی لڑکا پکار اُٹھا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ اور پڑھا وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ (الاعراف: 250) اور کہا ھٰذَا مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ حضرت عمرؓ کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے۔ اس وقت اس کے بھائی نے کہا دیکھا اسی لونڈے نے تمہیں بچایا جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔

وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ: ہر محسن کیلئے یہی جزاء ہے۔ یہ مت سمجھو کہ انعامات اگلوں کیلئے ہی تھے اور تم محروم ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدرؔ قادیان 19 اگست 1909، حقائق الفرقان جلد دوم صفحات 121-122)

# احادیث مبارکہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَۃِ۔

(مسند احمد و ابوداؤد کتاب الادب باب حسن الظن)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حسنِ ظن ایک حسین عبادت ہے۔

☆=====☆

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَتْ نَاقَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَآءَ لَاتُسْبَقُ اَوْلَاتَکَادُ تُسْبَقُ فَجَآءَ اَعْرَابِیٌّ عَلٰی قُعُوْدٍ لَہٗ فَسَبَقَھَا فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی عَرَفَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَا یَرْتَفِعَ شَیْءٌ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَہٗ۔

(بخاری کتاب الجہاد باب ناقۃ النبی صلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا۔ وہ کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ دوڑ میں سب سے آگے رہتی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان آیا۔ اس کی اونٹنی دوڑ میں سب سے آگے نکل گئی۔ مسلمانوں کو اس کا بہت افسوس ہوا کہ ایک دیہاتی کی اونٹنی آنحضرت ﷺ کی اونٹنی سے آگے بڑھ گئی۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے اس افسوس کو بھانپ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اس کے غرور کو توڑنے کیلئے اسے نیچا دکھاتا ہے۔

☆=====☆

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ اَلْمُتَفَرِّسِیْنَ۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورۃ الحجر۔ مسند الامام الاعظم کتاب التفسیر صفحہ 225)

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ یعنی اس میں ان لوگوں کیلئے نشانات ہیں جو بات کی تہہ تک پہنچتے اور صحیح صورتِ حال فوری طور پر سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

☆=====☆

# ۔۔۔۔ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔۔۔۔

## (17جون 1905)' کشفِ صحیح سے آنحضرت ﷺ کی صحبت حاصل ہو سکتی ہے

ذکر آیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ میں بھی تابعین میں سے ہوں کیونکہ ایک جس نے زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا تھا میں نے اس سے ملاقات کی فرمایا اس سے بہتر کشفِ صحیح ہے جو بیداری کا حکم رکھتا ہے جو لوگ بذریعہ کشفِ صحیح آنحضرت ﷺ کی صحبت حاصل کرتے ہیں وہ اصحاب میں سے ہیں۔

(ملفوظات جلدچھارم صفحہ 297)

## آنحضرت ﷺ کا فارسی کا ایک الھام

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کبھی فارسی زبان میں بھی کلام کی ہے تو آپ ؐ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ یہ فقرہ الہام ہوا تھا

این مُشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم

(ملفوظات جلدچھارم صفحہ 167)

## 23اکتوبر 1904 بوقتِ ظھر' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تصویری کارڈ

ظہر کے وقت محمد صادق صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص کی تحریری درخواست بذریعہ کارڈ کے ان الفاظ میں پیش کی کہ یہ شخص حضور کی تصویر کو خط و کتابت کے کارڈوں پر چھاپنا چاہتے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

میں تو اسے ناپسند کرتا ہوں

یہ الفاظ جا کر میں نے اپنے کانوں سے سنے لیکن حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حکیم فضل دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ:

یہ بدعت بڑھتی جاتی ہے میں اسے ناپسند کرتا ہوں

(ملفوظات جلدچھارم صفحہ 171-172)

# ۔۔۔۔کلام امام الزمان۔۔۔۔

## حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کون سی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار

کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اِک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
کیا یہ شمس الدّیں نہاں ہوجائے گا اب زیرِ غار

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

ہر نبیؑ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے وہ سب دعائیں بادوچشمِ اشکبار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
مَیں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اُتار

بسترِ راحت کہاں ان فکر کے ایّام میں
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شب ہائے تار

لشکرِ شیطاں کے نرغے میں جہاں ہے گھر گیا
بات مشکل ہوگئی قدرت دکھا اے میرے یار

نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بےکار ہے
اب ہماری ہے تری دَرگاہ میں یارب پُکار

کیوں کریں گے وہ مدد اُن کو مدد سے کیا غرض
ہم تو کافر ہوچکے اُن کی نظر میں بار بار

پر مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے
کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار

## خطبہ جمعہ

احمدی بھی یاد رکھیں کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ہی ہیں جو حق و باطل کے معرکے میں دلائل و براہین سے دشمن کا منہ بند کرنے والی ہیں

ذیلی تنظیموں اور جماعتوں کا کام ہے کہ نوجوانوں اور بچوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں

**اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر ہونے اور کسی وقت نازل ہونے کا جوان کا باطل اور جھوٹا نظریہ ہے اس سے توبہ کر کے مسیح محمدی جو عین اپنے وقت پہ مبعوث ہوا اس کی پیروی کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو پورا کرتے ہوئے اس تک آپ کا سلام پہنچائیں اور اس کی وجہ سے پھر وہ اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بنیں گے۔**

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 03 رجولائی 2009ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

رَفَعَ ایک لفظ ہے۔ اس کے معنی اٹھانے اور بلند کرنے کے ہیں۔ یہ مادی چیزوں کی بلندی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ناموری اور شہرت کا ذکر بلند کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور جیسا کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو اَلرَّافِع ہے جو ہر قسم کی بلندیوں کو عطا کرتی ہے۔ اس بات کا، اس صفت کا مَیں گزشتہ خطبوں میں ذکر بھی کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جہاں رَافِع ہے جو بلندیاں عطا فرماتا ہے وہاں وہ خود بھی اُن بلندیوں پر ہے جن کا احاطہ انسانی عقل نہیں کر سکتی۔ وہ باوجود قریب ہونے کے دُور ہے اور باوجود ہر جگہ موجود ہونے کے بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رَفِیْعُ الدَّرَجَات کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قدر و مرتبت اور ہر لحاظ سے بہت بلند شان ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے درجات کی بلندی سب صفات کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جن کا نہ صرف یہ کہ انسانی سوچ احاطہ نہیں کر سکتی بلکہ اس سے اُور بلند مقام کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور اس وجہ سے وہ ربّ العرش بھی ہے۔ ایک انتہائی بلند مقام پر بیٹھا ہوا ہے لیکن صرف عرش پر بیٹھ کر معاملات حل نہیں کر رہا۔ بلکہ جیسا کہ مَیں نے کہا ہر جگہ موجود بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''عرش الٰہی ایک وراء الوراء مخلوق ہے۔ (یعنی بہت دُور اور بلندی پہ چیز ہے جہاں تک نظر نہیں پہنچ سکتی)۔ جو زمین سے اور آسمان سے بلکہ تمام جہات سے برابر ہے۔ یہ نہیں کہ نعوذ باللہ عرش الٰہی آسمان سے قریب اور زمین سے دور ہے''۔ فرمایا: ''لعنتی ہے وہ شخص جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے'' (کہ ایسا عرش ہے جو آسمان سے بھی قریب ہے اور زمین سے بھی قریب ہے)۔ فرمایا کہ ''عرش مقام تنزیہ ہے''۔ (یعنی ہر ایک سے پاک چیز ہے) اور اسی لئے خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

(الحدید:5)

(کہ تم جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے)

اور (پھر فرماتا ہے)

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ

(المجادلہ:8)

(کوئی تین آدمی علیحدہ مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے جبکہ ان میں وہ چوتھا ہوتا ہے)۔

اور (پھر) فرماتا ہے کہ

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد

(سورۃ قٓ: 17)

(اور ہم اس سے یعنی انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 491)

پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے جس کا بیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس اقتباس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود دُور ہونے کے ہر وقت انسان کے ساتھ ہے۔ باوجود عرش پر بیٹھنے کے انتہائی قریب ہے۔ کوئی جگہ نہیں جہاں خدا موجود نہ ہو۔ بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو انسان کے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور جو اس کے مقرب ہیں ان میں اس کی صفات زیادہ روشن نظر آتی ہیں اور ان میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ وہ ان کو اپنی قربت کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ اپنی قربت کا پتہ دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دشمنوں سے بھی بچاتا ہے اور ان کے درجات بھی بلند فرماتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش بہت بلند ہے جس تک کسی انسان کی پہنچ نہیں۔

اس مضمون کو ایک دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

''اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ''

(الرعد:3)

تمہارا خدا وہ خدا ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا۔

اس آیت کے ظاہری معنی کے رو سے اس جگہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلے خدا کا عرش پر قرار نہ تھا؟ اس کا یہی جواب ہے کہ عرش کوئی جسمانی چیز نہیں ہے بلکہ وراء الوراء ہونے کی ایک حالت ہے جو اُس کی صفت ہے۔ پس جبکہ خدا نے زمین و آسمان اور ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور ظلّی طور پر اپنے نور سے سورج چاند اور ستاروں کو نور بخشا اور انسان کو بھی استعارہ کے طور پر اپنی شکل پر پیدا کیا اور اپنے اخلاق کریمہ اس میں پھونک دیئے۔ تو اس طور سے خدا نے اپنے لئے ایک تشبیہ قائم کی۔ مگر چونکہ وہ ہر ایک تشبیہ سے پاک ہے اس لئے عرش پر قرار پکڑنے سے اپنے تنزہ کا ذکر کر دیا''۔ (یعنی کہ بہت بلندی اور ہر عیب سے پاک ہونے کا ذکر کر دیا۔ فرمایا) ''خلاصہ یہ کہ وہ سب کچھ پیدا کر کے پھر مخلوق کا عین نہیں ہے بلکہ سب سے الگ اور وراء الوراء مقام پر ہے''۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 277)

وہ مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ اس نے صفات بھی دی ہیں، انسان کو پیدا بھی کیا۔ اپنی صفات سے بہت رنگین کیا بلکہ حکم دیا کہ اللہ کی صفات کا رنگ اختیار کرو۔ لیکن اس کے باوجود وہ بہت بلند مقام پر ہے۔ بلند شان والا ہے۔

پس یہ ہے ہمارا خدا جو تمام صفات کا حامل ہے۔ رفیع الدرجات ہے۔ عرش کا مالک ہے اور اس کے اس مقام کے باوجود شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ فرماتا ہے مَیں شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور باوجود شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے انسان کی نظر اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ وہ خود اپنے مقربین کو اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ

(الانعام:104)

یعنی نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں اور وہ انسان کی نظر تک پہنچتا ہے۔

انسان نہ ہی اپنے علم کے زور سے اور نہ ہی اپنے

رتبے اور مقام کی وجہ سے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود اپنا اظہار فرماتا ہے۔ پس خدا وہ ہے جو پردہ غیب میں ہے اور کبھی بھی کسی رنگ میں بھی اس کے مادی وجود کا تصور قائم نہیں ہوسکتا۔ جبکہ عیسائیوں نے اپنے غلط عقیدے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے خدائی کا مقام دے دیا۔ خدا تعالیٰ کا مقام تو بہت بلند اور ہر عیب سے پاک ہے۔ اس کو کسی کی حاجت نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ وہ اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ جہاں اس بات سے ان دونوں کے فوت ہونے کا پتہ چلتا ہے، وفات کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے کھانے کی حاجت ہو، وہ خدا کس طرح ہوسکتا ہے۔ دوسروں کی حاجات کس طرح پوری کرسکتا ہے اور اس طرح بے شمار باتیں ہیں اور دلیلیں ہیں جو ان کو ایک انسان ثابت کرتی ہیں۔ احمدیوں کے علاوہ یعنی احمدیوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد لاعلمی کی وجہ سے یا اپنے علماء کے پیچھے چل کر جن کو قرآن کریم کا صحیح فہم وادراک نہیں قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو الفاظ آئے ہیں

رَافِعُکَ اِلَیَّ

(آل عمران:56)

یا

رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ

(النساء:159)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف ان کا رفع کر لیا۔ اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے یا خدا تعالیٰ نے انہیں اسی جسم کے ساتھ اُٹھا لیا اور وہ کسی وقت پھر دنیا کی اصلاح کے لئے اتریں گے۔ پہلے چودھویں صدی میں آنا تھا۔ اب وہ گزر گئی تو قیامت کے قریب آنے کا کہا جاتا ہے یا اور بہت ساری کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ بہر حال مسلمان نہیں جانتے کہ غیر ارادی طور پر اس غلط استنباط سے وہ عیسائیوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس بات کو لے کر جو عیسائی ہیں وہ آنحضرت ﷺ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فوقیت ثابت کرتے ہیں۔ گو کہ اب بعض علماء اور بعض مسلمان ملکوں میں جو پڑھا لکھا طبقہ ہے اس غلط مطلب کی اصلاح کرتے ہوئے یہ مانتے ہیں کہ ان آیات میں جو نئے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔

گزشتہ دنوں ایران کے صدر صاحب نے بھی ایک بیان دیا تھا۔ جس میں انہوں نے عیسائیوں کو مخاطب کر کے جو بیان دیا تھا اس سے یہی لگتا تھا کہ ان کے ذہن میں یہی ہے یا کم از کم وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے ہیں۔ اس بیان میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی برائی نہیں بیان کی تھی بلکہ ان کی تعلیم کے حوالے سے عیسائیوں کو نصیحت کی تھی۔ قطع نظر اس کے کہ یہ صدر صاحب خود کس حد تک راہ ہدایت پر قائم ہیں، مَیں صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ ان کے ذہن میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فوت ہونے کا تصور ہے جو ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح تُرکی میں ہمارے مبلغ جلال شمس صاحب ہیں، جو وہیں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ تُرکی میں قرآن کریم کے جو نئے تراجم شائع ہو رہے ہیں ان میں سے قرآن کریم کے کئی تراجم میں انہوں نے ان آیات کا ترجمہ اب حضرت عیسیٰ کی وفات بیان کیا ہے۔ لیکن ابھی بھی اُمّت مسلمہ میں رَافِعُکَ اِلَیَّ کو جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں مغربی ممالک سے مجھے کسی نے لکھا تھا کہ ایک زیرِ تبلیغ دوست ہیں وہ کہتے ہیں باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے لیکن رَفع کے مسئلے پر ابھی تسلی نہیں ہوئی۔ تم لوگ جو یہ دلیلیں دیتے ہو مجھے سمجھ نہیں آتیں۔ برصغیر اور اکثر مسلمان ممالک جو ہیں ان کا ایک بہت بڑا طبقہ جس کو مذہب سے دلچسپی ہے بشمول بعض عرب ممالک کے وہ مسلمان جو عربی بھی جانتے ہیں، عربی کے الفاظ کا فہم بھی زیادہ ہے ان میں سے بہت سی اکثریت یہی کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا پاکستان سے ہمارے ایک غیر از جماعت دوست یہاں آئے تھے۔ (مختلف غیر از جماعت دوست جن کے کچھ تعلقات ہیں، یا کسی ذریعہ سے رابطہ ہوتا ہے اکثر ملنے آتے رہتے ہیں۔ تو انہوں نے یہ کہا کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ جب مَیں نے ان کو آیات کا حوالہ دیا تو پھر بہر حال وقت بھی تھوڑا تھا وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے کہ انشاء اللہ پھر آؤں گا تو بات کریں گے۔ لیکن کئی ماہ گزر چکے ہیں وہ ابھی تک تو نہیں آئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لوگوں میں، مسلمانوں میں علماء نے یا غلط مفسرین نے اتنا زیادہ گھوٹ کر یہ پلا دیا ہے اور دلوں میں ڈال دیا ہے اور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے بعد زیادہ شدت سے ذہنوں میں ڈالا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زندہ ہیں اور انہی کی بعثت ثانی ان کے اپنے وجود میں ہونی ہے۔ لیکن جو سعید فطرت ہیں وہ کسی مذہب کے بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی فرماتا ہے۔

چند دن ہوئے ایک انگریز عیسائی دوست جو پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں یا کرلی ہے، سائنس کے مضمون کے سٹوڈنٹ ہیں، وہ ملنے آئے تھے۔ احمدیت سے بہت قریب ہیں۔ ان کو احمدیت میں دلچسپی ہے۔ انہوں نے یہ بتایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے اور کفارہ والے جو نظریات ہیں ان کو نہیں مانتے اور اسی وجہ سے وہ اسلام کے قریب ہوئے ہیں۔ تو وہ عیسائی جو نیک فطرت ہیں اپنے نظریہ کو غلط کرتے ہوئے اسلام کے قریب ہو رہے ہیں اور جن لوگوں کو اسلام کا دفاع کرنا چاہئے وہ مخالفین کے دلائل کو مضبوط کر رہے ہیں۔ اسی طرح بے شمار عیسائی جو اسلام میں احمدیت کے ذریعہ داخل ہوتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک انسان اور ایک نبی مانتے ہیں جو اپنے وقت میں آیا اور اپنی زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوا۔

بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا مسلمان اپنے اس عقیدہ کی بنیاد قرآن کریم کی آیات پر رکھتے ہیں۔ یہ دو آیات مَیں پیش کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد پھر ان کی جو تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے اس میں سے کچھ تھوڑا سا حصہ بیان کروں گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ○

(آل عمران :56)

اس کا ترجمہ ہے کہ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ یقیناً مَیں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے نتھار کر الگ کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے اور ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک بالادست کرنے والا ہوں۔ (فوقیت دینے والا ہوں)۔ پھر میری طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے۔ اس کے بعد مَیں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ یہ آل عمران کی آیت ہے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○

(النسآء:158-159)

اور ان کے قول کے سبب سے کہ یقیناً مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو اللہ کا رسول تھا قتل کر دیا ہے اور یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے کر مار سکے بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا اور یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس کا کوئی علم نہیں سوائے ظن کی پیروی کرنے کے اور وہ یقینی طور پر اسے قتل نہ کر سکے بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا اور یقیناً اللہ کامل غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ترتیب وار اپنے تئیں فاعل ٹھہرا کر چار فعل اپنے یکے بعد دیگرے بیان کئے ہیں''۔ (یعنی خدا تعالیٰ نے یہ کام کرنے والا ٹھہرایا ہے اور وہ کام کیا کئے ہیں۔ وہ کون سے فعل تھے؟)

''فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ! مَیں تجھے وفات دینے والا ہوں''۔ (پہلی بات یہ کہ مَیں وفات دینے والا ہوں۔ دوسری بات) ''اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔ (تیسرے) ''اور کفار کے الزاموں سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور'' (چوتھی بات) ''تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دینے والا ہوں''۔

(یہ بھی بعد میں کسی وقت وضاحت کروں گا۔ بعضوں کے ذہنوں میں اس کا بھی سوال اٹھتا ہے)۔ فرماتے ہیں کہ:

''اور ظاہر ہے کہ یہ ہر چہار فقرے ترتیب طبعی سے بیان کئے گئے ہیں''۔ (ان کی جو ایک ترتیب ہونی چاہئے تھی اسی طرح بیان ہوئے ہیں)۔ ''کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف بلایا جاوے اور اِرْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ کی خبر اس کو پہنچ جائے، پہلے اس کا وفات پانا ضروری ہے۔

پھر بموجب آیت کریمہ اِرْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ اور حدیث صحیح کے اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔اور وفات کے بعد مومن کی روح کا خدایتعالیٰ کی طرف رفع لازمی ہے''۔(خدا تعالیٰ کی طرف رفع لازمی ہے)'' جس پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ ناطق ہیں''۔ان کی بہت ساری تصدیق کرتی ہیں۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3صفحہ606)

مَیں پہلے یہ بیان کر دوں کہ جو حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی ایک اور آیت اِرْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ کی مثال فرمائی ۔یہ پوری آیت اس طرح سے ہے کہ اِرْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً(الفجر: 29) اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس سے راضی رہتے ہوئے اپنے ربّ کی طرف لوٹ آ۔ اس سے راضی رہتے ہوئے اور اس کی رضا پاتے ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسری جگہ اس کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ:

''خدائے تعالیٰ نے مسیح کو موت دے کر پھر اپنی طرف اٹھالیا۔جیسا کہ یہ عام محاورہ ہے کہ نیک بندوں کی نسبت جب وہ مر جاتے ہیں یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ جیسا کہ آیت اِرْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود اور حاضر ناظر ہے اور جسم اور جسمانی نہیں اور کوئی جہت نہیں رکھتا پھر کیونکر کہا جائے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا ضرور اس کا جسم آسمان میں پہنچ گیا ہوگا۔یہ بات کس قدر صداقت سے بعید ہے؟ راست باز لوگ روح اور روحانیت کی رو سے خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں نہ یہ کہ ان کا گوشت اور پوست اور ان کی ہڈیاں خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہیں''۔

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد 3صفحہ 246-247)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو علم کلام ہمیں دیا ہے اسے مختلف ذریعوں سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔قرآن کریم کی آیات کی جو تفسیر فرمائی ہے وہ ایسی ہے کہ جب تک پاک دل ہو کر اس کو سمجھا نہ جائے غیروں کو سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔بہر حال جس نے سمجھنا نہ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت نہ عطا فرمائے اس کو وہ بہر حال سمجھ نہیں آئے گی۔جیسا کہ اس نے لکھا ہے مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ اسی اقتباس کو جو پڑھ رہا تھا جاری رکھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر فرماتے ہیں کہ'' پھر بعد اس کے جو خدائے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا جو مَیں تجھے کفار کے الزاموں سے پاک کرنے والا ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہود چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کر کے اُس الزام کے نیچے داخل کریں جو توریت باب استثناء میں لکھا ہے جو مصلوب لعنتی اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے بے نصیب ہے جو عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا نہیں جاتا۔سو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اس آیت میں بشارت دی کہ تو اپنی موت طبعی سے فوت ہوگا اور پھر عزت کے ساتھ میری طرف اٹھایا جائے گا اور جو تیرے مصلوب کرنے کے لئے''۔(تجھے صلیب دینے کے لئے)'' تیرے دشمن کوشش کر رہے ہیں ان کوششوں میں وہ ناکام رہیں گے۔اور جن الزاموں کے قائم کرنے کے لئے وہ فکر میں ہیں ان تمام الزاموں سے مَیں تجھے پاک اور منزّہ رکھوں گا۔یعنی مصلوبیت اور اس کے بدنتائج سے'' (صلیب دینے کا یہودیوں کا جو نظریہ تھا اس کے بدنتائج سے)'' جو لعنتی ہونا اور نبوت سے محروم ہونا اور رفع سے بے نصیب ہونا ہے'' (یعنی اپنے درجات بلند ہونا اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانا ہے)'' اور اس جگہ تَوَفّی کے لفظ میں بھی مصلوبیت سے بچانے کے لئے ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ توفّی کے معنے پر غالب یہی بات ہے کہ موت طبعی سے وفات دی جائے۔یعنی ایسی موت سے جو محض بیماری کی وجہ سے ہو نہ کسی ضربہ سقطہ سے۔اسی وجہ سے مفسرین صاحب کشاف وغیرہ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ کی یہ تفسیر لکھتے ہیں کہ اِنِّی مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ ۔(کسی چوٹ سے یا گرنے سے یا کسی وجہ سے جو وفات ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ وفات اس کے لئے تَوَفِّی کا لفظ نہیں آتا۔بلکہ جو وفات طبعی موت سے وفات دی ہو وہی موت ہے جہاں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا)'' ہاں یہ اشارہ آیت کے تیسرے فقرہ میں کہ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہے اور بھی زیادہ ہے۔غرض فقرہ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جیسا کہ تیسرے مرتبہ پر بیان کیا گیا ہے ایسا ہی ترتیب طبعی کے لحاظ سے بھی تیسرے مرتبہ پر ہے''۔(یعنی مَیں تجھے پاک کروں گا۔بچاؤں گا ان لوگوں سے)۔'' کیونکہ جبکہ حضرت عیسیٰؑ کا موت طبعی کے بعد نبیوں اور مقدسوں کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوگیا۔تو بلاشبہ وہ کفار کے منصوبوں اور الزاموں سے بچائے گئے اور چوتھا فقرہ وَجَاعِلُ

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ جیسا کہ ترتیباً چوتھی جگہ قرآن کریم میں واقعہ ہے ایسا ہی طبعاً بھی چوتھی جگہ ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے متبعین کا غلبہ ان سب امور کے بعد ہوا ہے۔ سو یہ چار فقرے آیت موصوفہ بالا میں ترتیب طبعی سے واقعہ ہیں'' ۔ (یہ قدرتی ترتیب ہے)'' اور یہی قرآن کریم کی شان بلاغت سے مناسب حال ہے۔ کیونکہ امور قابل بیان کا ترتیب طبعی سے بیان کرنا کمال بلاغت میں داخل اور عین حکمت ہے''۔

(قرآن کریم کی یہی شان ہے اور یہی اس کی بلاغت ہے اور یہی اس کا حکیم ہونا ہے یہ حکمت کی باتیں کرنا ہے کہ اس میں ترتیب پائی جاتی ہے ہر چیز میں)۔

'' اسی وجہ سے ترتیب طبعی کا التزام تمام قرآن کریم میں پایا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں ہی دیکھو کہ کیونکر پہلے ربّ الْعَالَمِیْن کا ذکر کیا پھر رَحْمٰن، پھر رَحِیْم پھر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن اور کیونکر فیض کے سلسلہ کو ترتیب وار عام فیض سے لے کر اخص فیض تک پہنچایا''۔ (ایک عام فیض ہے جو ہر ایک کے لئے ہے اور ایک خاص فیض ہے جو خاص لوگوں کے لئے ہے)۔ فرمایا'' غرض موافق عام طریق کامل البلاغۃ قرآن کریم کی آیت موصوفہ بالا میں ہر چہار فقرے ترتیب طبعی سے بیان کئے گئے ہیں''۔ (قرآن کریم جو ہے جو ایسی کامل کتاب ہے، فصاحت و بلاغت کا منبع ہے وہ اس کا جو عام طریق ہے اس کے مطابق ہی یہ ترتیب بھی بیان ہوئی ہے)۔ فرمایا کہ'' آیت موصوفہ بالا میں ہر چہار فقرے ترتیب طبعی سے بیان کئے گئے ہیں لیکن حال کے متعصب مُلّا جن کو یہودیوں کی طرز پر یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ ''(یعنی الفاظ کو اپنی جگہ سے ادل بدل دیتے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)'' کی عادت ہے اور جو مسیح ابن مریم کی حیات ثابت کرنے کے لئے بے طرح ہاتھ پیر مار رہے ہیں اور کلام الٰہی کی تحریف و تبدیل پر کمر باندھ لی ہے وہ نہایت تکلّف سے خدا تعالیٰ کی ان کی چار ترتیب وار فقروں میں سے دو فقروں کی ترتیب طبعی سے منکر ہو بیٹھے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ اگرچہ فقرہ مُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور فقرہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ بالترتیب طبعی واقع ہیں۔ لیکن فقرہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اور فقرہ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ترتیب طبعی پر واقع نہیں ہیں''۔ (پہلے دو فقرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور پھر فرمایا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ جو آخر میں فرمایا۔ یہ فقرے تو کہتے ہیں ترتیب کے لحاظ سے ٹھیک ہیں۔ لیکن مُتَوَفِّیْکَ اور رَافِعُکَ اِلَیَّ یہ ترتیب صحیح نہیں ہے)۔'' بلکہ دراصل فقرہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ موخر اور فقرہ رَافِعُکَ اِلَیَّ مقدم ہے''۔ (یعنی ان کے خیال میں مُتَوَفِّیْکَ بعد میں آنا چاہئے تھا اور رَافِعُکَ اِلَیَّ وہ پہلے ہونا چاہئے تھا اور ہے)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ'' افسوس کہ ان لوگوں نے باوجود اس کے کہ کلام بلاغت نظام حضرت ذات

احسن المتکلّمین جلّ شانہ

کو اپنی اصل وضع اور صورت اور ترتیب سے بدلا کر'' (یعنی یہ جو کلام ہے بلیغ کلام جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو سب کلام کرنے والوں سے زیادہ خوبصورت کلام کرتا ہے اور جو بڑی شان والا ہے۔ اس کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ اس کو)'' اپنی اصل وضع اور صورت اور ترتیب سے بدلا کر مسخ کر دیا''۔ (ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو تو مسخ کر دیا)'' اور چاروں فقروں میں سے دو فقروں کی ترتیب طبعی کو مسلّم رکھا اور دو فقروں کو دائرہ بلاغت اور فصاحت سے خارج سمجھ کر اپنی طرف سے ان کی اصلاح کی۔ یعنی مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کیا''۔ (دو کے بارہ میں تو کہہ دیا کہ ان کی ترتیب بڑی ٹھیک ٹھاک ہے۔ اور جہاں اپنی دلیل چونکہ نہیں بنتی تھی اس لئے ان کی ترتیب بدل دی۔ جو پہلے تھا اس کو بعد میں کر دیا اور جو بعد میں تھا اس کو پہلے کر دیا)۔'' مگر باوجود اس قدر یہود یانہ تحریف کے پھر بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ فقرہ اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ فقرہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ پر مقدم سمجھنا چاہئے تو پھر بھی اس سے محرفین کا مطلب نہیں نکلتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اے عیسیٰ مَیں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور وفات دینے والا ہوں اور یہ معنی سراسر غلط ہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی آسمان پر ہی وفات ہو۔ وجہ یہ کہ جب رفع کے بعد وفات دینے کا ذکر ہے اور نزول کا درمیان کہیں ذکر نہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آسمان پر ہی حضرت عیسیٰؑ وفات پائیں گے۔ ہاں اگر ایک تیسرا فقرہ اپنی طرف سے گھڑا جائے اور ان دونوں فقروں کے بیچ میں رکھا جائے اور یوں کہا جائے

یَا عِیْسٰی اِنِّی رَافِعُکَ وَمُنَزِّلُکَ وَمُتَوَفِّیْکَ

تو پھر معنی درست ہو جائیں گے۔مگر ان تمام تحریفات کے بعد فقرات مذکورہ بالا خدا تعالیٰ کا کلام نہیں رہیں گے بلکہ بباعث دخل انسان'' (جو انسان نے اس میں دخل دیا ہے اس کی وجہ سے) ''اور صریح تغیر و تبدیل و تحریف کے اسی محرف کا کلام متصور ہوں گے جس نے بے حیائی اور شوخی کی راہ سے ایسی تحریف کی ہے۔اور کچھ شبہ نہیں کہ ایسی کارروائی سراسر الحاد اور صریح بے ایمانی میں داخل ہوگی''۔

(ازالہ اوہام ، روحانی خزائن ،جلد3صفحہ606 تا609)

پھر آپ ابن عباسؓ کی تفسیر کو سامنے رکھ کر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' تفسیر معالم کے صفحہ 162 میں زیر تفسیر آیت

یَا عِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

لکھا ہے کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اِنِّی مُمِیْتُکَ یعنی مَیں تجھ کو مارنے والا ہوں اس پر دوسرے اقوال اللہ تعالیٰ کے دلالت کرتے ہیں''۔

(یعنی یہ جو بات ہے اس کی تشریح اللہ تعالیٰ کے جو اپنے قول ہیں،قرآن میں بیان ہوئے وہ ان پر دلیل ہیں) جیسا کہ فرمایا

'' قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ''

(السجدۃ:12)

(یعنی تو کہہ دے کہ موت کا جو فرشتہ تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں وفات دے گا

اور پھر فرمایا)

'' اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ ''

(النحل:33)

(یعنی وہ لوگ جن کو فرشتے اس حالت میں وفات دیتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔

اور پھر فرمایا)

'' اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ ''

(النحل:29)

(جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں)۔''غرض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں'' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ''اور ناظرین پر واضح ہوگا کہ حضرت ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے'' (ان کی تفسیر قرآن کے بارہ میں)۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3صفحہ224-225)

یہ صرف تین آیات نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اعلان کیا ہے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک جس جس جگہ توفی کا لفظ آیا ہے ان تمام مقامات پر تَوَفِّی کے معنی موت ہی لئے گئے ہیں۔

پھر ایک جگہ آپؑ بڑے زوردار الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن شریف سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' اگر حضرت عیسیٰؑ حقیقت میں موت کے بعد پھر جسم کے ساتھ اٹھائے گئے تھے تو قرآن شریف میں عبارت یوں چاہئے تھی

یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ثُمَّ مُحْیِیْکَ ثُمَّ رَافِعُکَ مَعَ جَسَدِکَ اِلَی السَّمَآءِ

یعنی اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دوں گا، پھر زندہ کروں گا، پھر تجھے تیرے جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھالوں گا۔لیکن اب تو بجز مجرد رَافِعُکَ کے جو مُتَوَفِّیْکَ کے بعد ہے کوئی دوسرا لفظ رَافِعُکَ کا تمام قرآن شریف میں نظر نہیں آتا جو ثُمَّ مُحْیِیْکَ کے بعد ہو اگر کسی جگہ ہے تو وہ دکھلانا چاہئے''۔ فرمایا''مَیں یہ دعویٰ کہتا ہوں کہ اس ثبوت کے بعد کہ حضرت عیسیٰ فی الحقیقت فوت ہو گئے تھے۔یقینی طور پر یہی ماننا پڑے گا کہ جہاں جہاں رَافِعُکَ یا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ہے اس سے مراد ان کی رُوح کا اٹھایا جانا ہے جو ہر ایک مومن کے لئے ضروری ہے۔ ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری کا خیال دل میں لانا سراسر جہل ہے''۔

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد 3صفحہ 235)

جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قرآن کریم اول سے آخر تک اسی بات سے بھرا پڑا ہے۔تئیس (23) آیات درج فرمائی ہیں جہاں توفی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہاں وفات ہی مراد لی گئی ہے۔

پھر ازالہ اوہام میں ہی ایک جگہ آپ نے 30 آیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو ۔ازالہ اوہام ۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحات 423 تا 438)

غرض کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک وسیع لٹریچر چھوڑا ہے جس میں قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ثابت کی ہے۔ سو یہ مسلمانوں کے لئے دلیل کے ساتھ بڑے کھلے کھلے اور واضح ثبوت ہیں۔ اور عیسائیوں کے لئے ان کی کتاب سے حضرت عیسیٰؑ کا انسان ہونا ثابت کر کے اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہونے کی حیثیت سے ان کے رفع روحانی کو ثابت کیا ہے، نہ کہ خدا یا خدا کا بیٹا ہونا جس نے عیسائیت کو شرک میں مبتلا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر ہونے اور کسی وقت نازل ہونے کا جوان کا باطل اور جھوٹا نظریہ ہے اس سے توبہ کر کے مسیح محمدی جو عین اپنے وقت پہ مبعوث ہوا اس کی پیروی کریں اور آنحضرت ﷺ کی بات کو پورا کرتے ہوئے اس تک آپ کا سلام پہنچائیں اور اس کی وجہ سے پھر وہ اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بنیں گے۔

احمدی بھی یاد رکھیں کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ہی ہیں جو حق و باطل کے معرکے میں دلائل و براہین سے دشمن کا منہ بند کرنے والی ہیں۔

یہ چند ایک اقتباسات ہیں جو مَیں نے اس معاملے میں پڑھے ہیں۔ بے شمار اور ہیں، اگر ان کو پڑھنا شروع کیا جائے تو کئی گھنٹے لگ جائیں گے۔ علاوہ اور مضامین کے اس میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور روحانی رفع کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال ہوتا ہے۔ یہاں جن کی اٹھان اٹھی ہوئی ہے۔ جو اس ماحول میں زیادہ رچ بس گئے ہیں کہ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب بہت مشکل ہیں اس لئے اس کی بجائے اپنے طور پر اپنے لوگوں کے لئے جو یہاں پڑھے لکھے ہیں ان کے لئے لٹریچر بنانا چاہئے۔ بے شک اپنا لٹریچر پیدا کرنا چاہئے لیکن اس کی بنیاد بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب واقوال پر ہی ہوگی اور آپ کے کلام پر ہی ہوگی۔ لیکن یہ کہنا کہ یہ مشکل ہے اس لئے ان ملکوں کے جو لوگ ہیں یا جو بچے ہیں یا جو نوجوان ہیں وہ براہ راست یہ لٹریچر یا کتب پڑھ نہیں سکتے۔ یہ کتب صرف پاکستان یا ہندوستان کے لئے لکھی گئی تھیں۔ یہ غلط سوچ ہے۔ نوجوانوں اور بچوں کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دی جانی چاہئے اور یہ بڑوں کا کام ہے کہ دیں۔ اور اسی طرح ذیلی تنظیمیں اور جماعتی نظاموں کا بھی کام ہے کہ اس طرف توجہ دلائیں۔ یہ بات غلط ہے کہ کیونکہ یہ مشکل ہے اس لئے ہم نہ پڑھیں۔ آہستہ آہستہ پھر بالکل دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں جو عظمت و شوکت ہے وہ ان کا خلاصہ بیان کر کے یا اس میں سے اخذ کر کے نہیں پیدا کی جاسکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو کتب ہیں ان کے اقتباسات مختلف عناوین کے تحت انگلش میں بھی Essence of Islam کے نام سے پانچ والیومز (Volumes) میں ٹرانسلیشن ہو گئے ہیں اور مزید بھی ہو رہے ہیں۔ ان کو انگریزی دان طبقے کو پڑھنا چاہئے۔ گو کہ اصل الفاظ میں اور ترجمہ میں بھی بڑا فرق ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی ترجمہ اصل الفاظ کے قریب ترین رہتا ہے اور جن کتب کے مکمل ترجمے ہو چکے ہیں وہ کتب بھی ہر احمدی گھر میں ہونی چاہئیں اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ جلد ہی براہین احمدیہ کا بھی ترجمہ ہو کے آجائے گا۔

تو جو لوگ انگریزی میں پڑھنے والے ہیں وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو خریدیں اور پڑھیں اور ان سے دلیلیں لیں اور اپنے مخالفین کو دلائل سے قائل کریں اور جتنے اُردو پڑھنے والے ہیں ان کو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مکمل سیٹ رکھنا چاہئے۔ اب نئی کتب چھپ رہی ہیں جو کمپیوٹر پہ نئی کمپوز ہو رہی ہیں۔ انشاء اللہ جلسہ تک کچھ جلدیں آبھی جائیں گی تو احمدیوں کو جن کے گھروں میں کتب نہیں ہیں ان کو بھی خریدنا چاہئے۔ مَیں نے گزشتہ ایک خطبہ میں بیان کیا تھا کہ ایک خاتون نے مجھے لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کر یا بعض صفات پر آپ کی بیان کردہ جو تفسیریں تھیں ان پر غور کر کے اب مجھے قرآن کریم کی سمجھ آنی شروع ہوئی ہے۔ تو قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆=====☆

# مجلسِ عرفان

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

27-10-1982

سائل: حضور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فیھا تحیون و فیھا تموتون** لیکن آجکل چونکہ سائنسدان اکثر چاند پر جاتے رہتے ہیں اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی وہاں جا کر فوت ہو جائے تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟

حضور: خدانخواستہ فوت ہو جائیں، سوال سے زیادہ اس کے اندر دلچسپی ہے۔ بات یہ ہے کہ ارض سے مراد یہ جواب حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے دیا ہوا ہے کسی مضمون میں۔ تو اگر آسمان پر کوئی چلا جاتا ہے تو وہ ارضی ماحول کے بغیر وہاں زندہ نہیں رہ سکتا اپنی ارض ساتھ لے جانی پڑتی ہے۔ دوسرا اس کا پہلو یہ کہ ارض بمقابل حیات اخروی اگر دیکھا جائے تو یہ جو مادی ضروریات ہیں، لوازمات ہیں انسان کے، یہ مراد ہے کہ ان کے بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے اسکے نتیجہ میں ہم یہ تو استنباط کر سکتے ہیں حضرت عیسیٰؑ بغیر مادی لوازمات کے کس طرح زندہ ہیں لیکن اس پر اعتراض نہیں آتا کہ کوئی مادی لوازمات لیکر کہیں جوّ میں چلا جائے اور زندہ رہ جائے کیونکہ وہ ارض کو اپنے ساتھ لیکر چلتا ہے۔

سائل: حضور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ہے کہ روس میں میں اپنی جماعت کو ریت کے ذرّوں کی طرح دیکھتا ہوں لیکن اس کے ظاہری نشانات کوئی نہیں............؟

حضور: پیشگوئی قرآن کریم میں ہے **لیظھرہ علی الدین کلہ** کہ تمام ادیان پر غالب ہو جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ تو عیسائیوں کے مقابل پر بھی مسلمان کم ہیں اور بدھوؤں کے مقابل پر بھی کم ہیں، دہریوں کے مقابل پر کم ہیں ہندوستان میں ہندوؤں کے مقابل پر کم ہیں۔ بہت چند گنتی کے ملک ہیں جہاں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے تو اعتراض نہیں آتا دماغ میں؛ اصل بات یہ کہ ایک وقت مقدر ہوتا ہے اس وقت ان پیشگوئیوں نے پورا ہونا ہوتا ہے اسلام کی جس طرح پہلی رو چلی ایک لمبے عرصہ تک غلبہ نصیب ہوتا رہا پھر وہ رک گئی اب دوبارہ احمدیت کے ذریعہ سے رو چل پڑی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ رو چلی ہے یا نہیں۔ احمدیت دن بدن پھیلتی جارہی ہے۔ اگر یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے رو نظر آنی شروع ہو جائے تو پھر لازماً انشاء اللہ غالب آجائینگے۔ چنانچہ قرآن کریم اس مضمون کو اسی طرح بیان فرماتا ہے **افلا یرون انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون**۔ کہ بیشک بعد میں غلبہ ہو لیکن آثار اب ظاہر ہو چکے ہیں تمہاری زمین گھٹنے لگ گئی ہے۔ ہماری بڑھنے لگ گئی ہے اور جو زمین بڑھ رہی ہو آج یا کل یا جلد یا بدیر بہر حال اس نے پھیل جانا ہے پھر تو احمدیت میں وہ نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں جو غلبہ کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ جب یہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے جب یہ بڑی جنگوں میں یہ قومیں تباہ ہونگیں اور ان کے تکبر ٹوٹیں گے تب اسلام کے پھیلنے کا وقت آئے گا انشاء اللہ۔

سائل: حضور غیر احمدی دوستوں کے سامنے جب آیت استخلاف پیش کی جاتی ہے کہ مومنین اور صالحین وہ لوگ ہیں جو خلافت سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پچھلے دو زمانوں میں نظر آتا ہے چار خلفاء پہلے اور چار جماعت احمدیہ کے تو درمیانی زمانہ میں بھی تو مومنین اور صالحین تھے وہاں کونسی خلافت تھی؟

حضور: تو آپ غلط استنباط کرتے ہیں۔ تو جواب ملتے ہیں نا! یہ آپ غلط استنباط نہ کیا کریں۔ سوال یہ ہے کہ خلافت مختلف شکلوں میں زندہ رہتی ہے۔ ایک وہ وقت ہوتا ہے جب یہ اپنی انتہائی پاکیزہ اور خالص شکل میں زندہ ہوتی ہے جب توحید نظر آتی ہے عالم میں یعنی دین کے عالم میں توحید نظر آتی ہے اس وقت مومن کی تعریف یہی ہے کہ وہ خلافت سے وابستہ رہے۔ ورنہ فاسق اس آیت کے مطابق جب خلافت رنگ بدل لیتی ہے اور دوسری مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے تو اس وقت بھی تعریف یہی رہتی ہے لیکن خلافت یہ نہیں بنتی بلکہ خلافت اور جاری ہو جاتی ہے مثلاً روحانی خلافت جو آنحضرت ﷺ کی ایک وقت میں حضرت امام حسن اور امام حسین کی طرف منتقل ہوئی اور کچھ عرصہ جاری رہی لیکن اکیلی صرف اس لائن میں نہیں اس کے علاوہ بھی بکثرت بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے روحانیت کا جھنڈا بلند کیا آئمہ پیدا ہوئے فقہ میں دوسرے دین کے شعبوں میں وہ خلافت کی ایک بکھری ہوئی شکل تھی جو بھی ان سے وابستہ ہوئے وہ صالحین ہی تھے جنہوں نے ان کے خلاف ان بادشاہتوں کی تائید کی اور ان کے فتوے دیئے ان

بادشاہتوں کی خاطر بزرگوں پر وہ فاسقین تھے۔ ان معنوں میں یہ نظام جاری وساری ہے۔ لیکن بندھا ہوا مربوط نظام جو اول اور پاکیزہ شکل میں ہوتا ہے وہ نبی کے معاً بعد ظاہر ہوتا ہے جب اس شکل میں نہ رہے تو پھر یہ بکھر جاتا ہے مگر وعدہ خدا کا پھر بھی پورا رہتا ہے ان صالحین کے حق میں جو خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں۔

**سائل: حضور حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالات اسلام میں فرمایا ہے کہ ایک جمالی نبی بھی آئیگا۔۔۔؟**

حضور: ایک ہی کے متعلق ہے نبی کی پیشگوئی۔ دو مسیحوں کے متعلق نہیں ملتی اور اسکے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے نبی کے لفظ استعمال نہیں کئے۔ وہ جو جلالی شبیہہ فرمایا ہے مسیح کی ایک جلالی شبیہہ نازل ہوگی اور آئینہ کمالات اسلام کے علاوہ لیکچر سیالکوٹ میں بھی اس موضوع پر آپ نے گفتگو فرمائی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مسیح آ کر چلا جائیگا اور کچھ عرصہ تک امن کی ہوا چلے گی اور پھر وہ ہوا بدل جائے گی پھر لوگ بد ہو جائیں گے پھر اشرار الناس آئیں گے پھر ان پر قیامت آجائیگی۔ یعنی مسیح کی جمالی شبیہہ جس کو نبی اللہ فرمایا حضور اکرم ﷺ نے اس کے بعد قیامت تک کسی اور مسیح کو بطور نبی حضور اکرم ﷺ نے پیش نہیں فرمایا۔ ایک مسلسل حدیث ہے۔ اس سے اشرار الناس پر قیامت آئیگی۔ قیامت سے پہلے انذار ضروری ہوتا ہے۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے اس لئے اس کو جلالی شبیہہ فرمایا گیا ہے کوئی مانے گا ہی نہیں تبھی تو لوگ مریں گے جا کے بچارے جو بد بخت اتنے ہونگے کہ ساری کی ساری نسل تباہ کر دی جائیگی۔ معلوم ہوتا ہے وہ اتنے شریر ہو چکے ہونگے کہ ہرگز کوئی ایمان نہیں لائیگا اسلئے اس کو جلالی شبیہہ کہا گیا ہے۔۔۔ کوئی بھی جمال کا پہلو ان معنوں میں نہیں کہ اسکے فیض سے کوئی دنیا فیض یاب ہو جائے یہ ہے نقشہ اس میں کسی جگہ بھی کوئی اعتراض مجھے نظر نہیں آرہا۔ کیا اعتراض پیدا ہوتا ہے؟

**سائل: حضور اس کا وقت قریب ہے یا آ گیا ہے؟**

حضور: وقت گزر چکا ہوتا تو آپ بول کس طرح رہے ہوتے اس کا وقت تو قیامت کے ساتھ گزرے گا۔

**سائل: حضور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے خلق الانسان ضعیفا۔ ضعیفا کس لحاظ سے روحانی لحاظ سے یا جسمانی لحاظ سے؟**

حضور: آپ تو جسمانی لحاظ سے بھی لگ رہے ہیں۔۔۔۔ انسان کی فطرت میں طبعاً کمزوری ہے اگر اس کو وسیع نظر سے دیکھے تو اس میں ایک عظیم الشان پیغام یہ ہے کہ جتنا مرضی انسان طاقتور ہو جائے چھلانگیں لگائے ہے ضعیف کا ضعیف ہے کچھ پیش نہیں جاتی۔ اس کی نہ موت کے سامنے نہ خدا کی غالب تقدیر کے سامنے یہ اس کو سبق دیا گیا ہے انکسار کا کہ تم دوسری جگہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تم بلندی کتنی ہی اختیار کر جاؤ گے پہاڑوں کی بلندی تو پھر بھی تم نہیں اختیار کر سکتے اور زمین کو تم پھاڑ نہیں سکتے کچھ نہیں کر سکتے تمہارے قدم کتنے بھی طاقتور ہوں وہ زمین کی چھت کا سینہ نہیں چیر سکتے تو وہی مضمون ہے اس میں دوسرے رنگ میں بیان ہوا ہے کہ انسان جو مرضی بلندیاں اختیار کر جائے جو مرضی ترقی اختیار کر جائے ذاتی طور پر جتنا طاقتور ہو جائے ایک وقت اس پہ ایسا آئے گا کہ کچھ پیش نہیں جائے گی۔ اسکو اپنے ضعف کا اقرار کرنا پڑے گا جس طرح حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

تو خلق الانسان ضعیفا کا منظر صرف کمزوروں میں نہیں بڑے سے بڑے طاقتور میں بھی نظر آتا ہے۔

**سائل: حضور یہ وضاحت فرما دیں جب آنحضور ﷺ دوسرے لوگوں سے ملتے تھے تو (منافقین سے) نفرت کرتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان سب کے بعد خدا سے معافی مانگتے تھے۔**

حضور: کون۔۔۔ کس آیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں قرآن کریم میں تو لکھا ہے یہ جو منافقین ہیں جن کی بخشش کے لئے تو اتنا بے قرار ہے کہ ظلم پر ظلم کرتے چلے جا رہے ہیں تجھ پر اور تو ان کی بخشش کی دعائیں چھوڑتا ہی نہیں اگر ستر بار بھی تو ان کے لئے استغفار کرے تب بھی میں ان کو نہیں بخشوں گا ستر بار کا تو وہاں ذکر آتا ہے یہ کہاں لکھا ہے کہ جب ملتے تھے آپس میں تو ایک دوسرے کو ستر بار استغفار کرتے تھے اس کا تو کوئی ذکر ہی نہیں یہ کہیں بھی نہیں لکھا جو میں نے بتایا ہے وہی لکھا ہوا ہے قرآن کریم میں جو ستر بار استغفار کا ذکر آتا ہے وہ اس موقعہ پر آتا ہے ان تستغفر لھم سبعین مرۃ لم یغفر اللہ لھم تو چاہے اگر ستر بار بھی یہ تو ستر کا محاورہ ہے ایک حضور اکرم ﷺ کے دل کی

نرمی اور بے حد رحمت جو ہے اس کا اظہار فرمایا گیا ہے یہ دراصل بعض جاہل ظاہری آنکھوں کو ڈانٹ نظر آتی حالانکہ خدا تعالیٰ نے سب سے زیادہ تعریف رسول اللہ ﷺ کی وہاں کی ہے جہاں بظاہر ڈانٹ نظر آ رہی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا عرضنا الامانة علی السماوات والارض والجبال و ابین ان یحملنها واشفقنها فحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا اور یہ انسان رسول اللہ ﷺ ہیں اور ظلوم اور جہول نعوذ باللہ بظاہر بڑا سخت لفظ ہے حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا کہ سب سے عظیم الشان تعریف حضور اکرم ﷺ کی یہی ہے جہاں دنیا کو بظاہر ایک ڈانٹ سی نظر آ رہی ہے تو یہ موقع بھی ویسا ہی ہے دوسروں کو بتانا چاہتا ہے کہ تم ایسے ظالم لوگ ہو کہ تم دکھ پہ دکھ دیئے چلے جا رہے ہو اور اس میرے رسول کا حال یہ ہے کہ تمہاری مغفرت کے لئے ہلکان ہوا جاتا ہے اور میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ تم نے اس سے چونکہ تعلق نہیں جوڑا اس لئے میں معاف نہیں کروں گا یہ ہے مضمون اس کا۔

سائل: ـــــــــــــــ!

حضور: یہی پالیسی ہے جماعت احمدیہ کی اس کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ جماعت احمدیہ کو تو بہر حال ہرگز فیملی پلاننگ نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ جو پھیلنے والی جماعتیں ہیں وہ اگر فیملی پلاننگ کر کے بیٹھ جائیں تو اپنی جان پر ظلم کریں گی تبلیغ بھی کریں اور اس طرح بھی بچے پھیلائیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایسی عورتوں سے شادی کرو جو ولودا ودودا ہوں بہت محبت کرنے والیاں ہوں اور خوب بچے پیدا کریں تا کہ امت محمدیہ پھیلے کفار بے شک پلاننگ کرتے پھریں آپ کو کیا نقصان ہے تمہارا فائدہ ہی ہے حضرت لوطؑ نے تو یہ درخواست کی تھی اللہ تعالیٰ سے کہ یہ بچے نہ جنیں ورنہ یہ کافر ہی جنیں گی تو کافر اگر پلاننگ کرتے ہیں تو ہمارے فائدے میں ہے۔ ہم اس کے برعکس خیر الماکرین کے غلام بن کے بہتر پلاننگ کریں یہ پلاننگ ہو کہ بچے زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں لیکن یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ تربیت کے اصول کو پیش نظر رکھا جائے جس میں جتنی توفیق ہو سنبھالنے کی دیکھ بھال کرنے کی اس کے مطابق بچے پیدا کرنے چاہئیں کیونکہ وہی اصول پھر آ جائے گا اگر کافر بنا کر گلیوں میں پھینکنے ہیں تو اس کو تو خدا کا نبی کہتا ہے کہ ان کو تو مٹا ہی دے ایسے بچے ۔۔۔ اس میں یہ اصول ملتا ہے تربیت کا اگر ایک شخص اتنے بچے پیدا کرنے کا اہل نہیں ہے کہ ان کی اچھی تربیت کر سکے تو اس کے لیئے بہتر ہے کہ وہ رک جائے وہی مضمون ہے قرآن کریم کا جو اس سے تضاد نہیں کرتا وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لاتقتلوا اولادکم من خشیة املاق نحن نرزقکم وایاهم تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور انکو بھی ہم رزق دیتے ہیں۔ رزق کے خوف سے بچوں کی پیدائش پر طلب نہ رکھو یہ معنی ہیں باقی خوفوں کا یہاں ذکر نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ خدا تعالیٰ کا نظام معیشت اس کے پیدا کردہ نظام ولادت سے پیچھے رہ جائے گا تو تم بڑے بیوقوف ہو اللہ تعالیٰ کے اوپر حرف رکھ رہے ہو اس کی پلاننگ پر تم اعتراض کر رہے ہو حالانکہ خدا کی پلاننگ تمہاری پلاننگ سے بہتر ہوتی ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قانون قدرت میں ایسا نظام مقرر کیا ہو کہ ایک نظام دوسرے سے پیچھے رہ جائے اور اس کا ساتھ نہ دے سکے اس لیئے یہ کفر ہے تو رزق کے خوف سے قوموں کا پلاننگ کرنا جو آج کل کر رہے ہیں یہ منع ہے۔ بیماری کے خوف سے تربیت کی خرابی کے خوف سے اور دوسرے مصالح کے خوف سے پیدائش کے رستے میں روک ڈالنا قرآن کریم میں کہیں منع نہیں لکھا ہوا۔

**سائل: حضور اللہ تعالیٰ میں تمام اچھی صفات پائی جاتی ہیں اس لیئے ہمیشہ اچھے کام کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کر دیا کیا اللہ تعالیٰ برائی بھی پیدا کرتا ہے؟**

حضور: آپکا جو اچھائی اور برائی کا تصور ہے وہ صحیح نہیں ہے اس لئے یہ اعتراض پیدا ہوا ہے۔ اچھائی اور برائی کا حقیقی تصور یہ ہے کہ اچھائی کے نہ ہونے کا نام برائی ہے اور مثبت چیز ایک منفی چیز پیدا کرتی ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کے اچھائی پیدا ہو اور برائی پیدا نہ ہو The most unscientific ہے یہ تصور جسطرح مثبت کرنٹ پیدا ہو تو منفی لازماً پیدا ہوگی روشنی اگر پیدا ہو تو اندھیرے کا تصور لازماً پیدا ہو جائے گا روشنی سے آنکھیں بند کرنے والے کے لئے اندھیرا ہو گیا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ روشنی پیدا کی جائے اور اندھیرا پیدا نہ کیا جائے۔ رحم اگر پیدا ہوتا ہے تو غضب خود بخود ہی پیدا ہو جاتا ہے یا رحم کے فقدان کا نام غضب ہے جو رحم سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اللہ تعالیٰ کے رحم سے تعلق نہیں جوڑے گا وہ خود بخود غضب میں مبتلا ہو جائے گا اس لئے یہ تصور ہی غلط ہے شیطان اس personification کا نام ہے اس تمثیلی وجود کا نام ہے جو خدا تعالیٰ کی تمام صفات حسنہ سے تعلق جوڑ کر گویا اس کا بالکل برعکس تصور پیدا کر دیتا ہے اور وہ ایک طبعی نتیجہ ہے صفات حسنہ کا نہ کہ ایک الگ تخلیق۔

**سائل: حضور قرآن کریم کی آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد تو غیر احمدی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ہے اسکی کیا وضاحت ہے؟**

حضور: اس سے پہلے حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کا ذکر ہے اور پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کا۔ دو ذکر قرآن کریم میں اکٹھے موجود ہیں حضرت موسیٰ کا پھر معاً بعد حضرت عیسیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے حضرت موسیٰ کے مشابہ کون ہے آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ کے مشابہ کون ہے حضرت مسیح موعودؑ تو ترتیب مضمون بتا رہی ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ضرور موجود ہوگا لیکن اب واپس جاتے ہیں کس رنگ میں موجود ہے براہ راست یا آنحضرت ﷺ کی وساطت سے جب یہ تلاش کریں کہ کسطرح ہے تو پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وساطت سے ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی اپنی ذات میں ایک شان احمدیت تھی جو محمدیت سے جدا نہیں تھی آپ بیک وقت محمد بھی تھے اور احمد بھی تھے ان معنوں میں یہ پیشگوئی براہ راست آنحضرت ﷺ پر جا کر چسپاں ہوتی ہے یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یأتی کا عمل یہاں ختم نہیں ہو جاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس احمد کے اثر کو آگے چلا دیتے ہیں خود فرماتے ہیں میرے بعد مسیح آئے گا تو جس مسیح نے احمد کی پیشگوئی کی تھی یعنی جمالی شان کی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک جمالی شان والا وجود جو مظہر ہوگا مسیحیت کا وہ میرے بعد آنے والا ہے تو بعدی کا اثر ممتد ہو گیا اگلے زمانے پر اس لئے ان دونوں میں کوئی تناقص ہی نہیں ہے اگر فہم اور ادراک کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسی پیشگوئی کے اندر دونوں پیشگوئیاں موجود ہیں لیکن بالواسطہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی شان احمدیت کا ظہور جب الگ طور پر ہونا تھا اس دور کے متعلق خود آپ نے جب پیشگوئی فرمادی اور مسیح کی نسبت سے فرمادی تو صاف پتا چلا کہ مسیح یہاں احمد کی دو شانوں کا ذکر کر رہا ہے ایک شان کا ذکر نہیں کر رہا۔

سائل:۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: حضرت مسیح موعودؑ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے اس کی حکمتوں کو بیان کرتے وقت جسطرح انسان توبہ کرتا ہے اور استغفار کرتا ہے خود بخود کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے تو دنیا سے قطع تعلق کرتے ہوئے جب خدا کی طرف مائل ہوتا ہے تو یہ ایک قسم کا جسمانی اشارہ ہے۔

سائل: حضور مسیح موعود کسے کہتے ہیں؟

حضور: وہ مسیح جسکا وعدہ دیا گیا ہے اور مسیح کے مختلف معانی ہیں مسیح ''مسح'' سے بھی نکلا ہے جو اپنی برکت سے ہاتھ لگا کر لوگوں کو شفا بخشتا تھا اور روحانی شفا مراد ہے اور مسیح سیر و سیاحت سے بھی نکلا ہے مسیح نے چونکہ غیر معمولی طور پر سفر کرنے تھے اس لیے وہ آپ کا نام مسیح رکھا گیا اور پیدل چل کر جو کشمیر تک آئے اس زمانے میں تو بہت لمبا سفر ہے میرا خیال ہے کسی نبی نے اتنا لمبا سفر نہیں کیا ہوگا جتنا حضرت مسیح نے کیا ہے اب گواہیاں ملی ہیں کہ دوبارہ بھی افغانستان واپس آئے اپنے مریدوں سے ملے پھر واپس گئے تو بہت سفر کئے ہیں اتنے سفر کئے ہیں کہ ہمیں ابھی پوری تاریخ کا علم نہیں ہو سکا لیکن یہ اشارے ملتے ہیں کے بہت دور دور گئے ہیں چنانچہ جاپان میں ایک جگہ پتہ لگا ہے کہ وہاں بھی بتایا گیا کہ یہاں بھی مسیح آئے تھے تو ہم نے تحقیق کرائی تو پتہ لگا کہ ایک قبر ہے وہاں وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کے حواریوں میں سے کسی کی قبر ہے اور حضرت مسیح خود بھی یہاں آئے تھے۔ نیپال میں جانے کی بھی خبریں ملتی ہیں ہو سکتا ہے بہت سی محض افواہیں ہی ہوں لیکن عجیب بات ہے کہ کسی اور نبی کے متعلق ایسی افواہیں نہیں ملتیں جیسی مسیح کے متعلق ملتی ہیں آخر کیا وجہ ہے مسیحیت نام کے اندر جو سیاحت کی پیشگوئی پائی گئی تھی یہ اس کے پورا ہونے کا نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بھی بکثرت سفر در پیش ہوئے ہیں بعض دفعہ دو دو مہینے ایک ایک سفر میں آپ کو نمازیں قصر کرنی پڑیں اور وہ بھی ایک معنوں میں اسی طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی سفر بہت درپیش ہونگے۔

سائل:۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: تقدیر کے متعلق آپ کا سوال ہے سیدھی بات صرف یہ ہے کہ تقدیر الٰہی سے کیا مراد ہے گناہ گار کو گناہ کی سزا کیوں ملتی ہے اگر وہ پابند تقدیر ہے یہی معنی ہیں نا (جی) تقدیر کے معنی بہت وسیع ہیں اور یہ بڑا گہرا سوال ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک تقریر فرمائی تقدیر الٰہی۔ میں نے کہا تھا اگر شائع دوبارہ ہو یہاں موجود ہیں ہمارے ناظر صاحب تصنیف اس کا انتظام کیا جائے گا بڑی اچھی کتاب ہے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے مختصر جواب یہاں میں آپ کو دیتا ہوں یہ بہت وسیع اور گہرا مضمون ہے تقدیر کے اندر انفرادی فیصلے بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی قوانین بھی اس تقدیر کا حصہ ہیں اور وہ تقدیر سے باہر نہیں ہیں تمام قانون قدرت ایک تقدیر ہے اور یہ تقدیر عام ہے جس سے کوئی فرد بچتا نہیں اس تقدیر کی مثال ایک چھوٹے سے ایک طالب ہیں یار ہے ہیں آپ کو میں دیتا ہوں اگر ایک تقدیر بنا دی جائے یونیورسٹی کی کہ جو شخص محنت کرے گا اس کے لئے ایک وقت مقدر ہے وہ محنت کر لے جتنی کرنی ہے جب امتحان کے پرچے میں بیٹھنے کا وقت آئے گا پھر اس کو اجازت نہیں ہوگی اور اگر وہ ناکام ہوا تو اس کو فیل کر دیا یعنی وہ اس نے کام نہ کیا ہو اس کو فیل ڈکلیئر کر دیا جائے گا پھر اس کو ایک سال دوبارہ لگانا پڑے گا یہ ایک تقدیر ہے عام اس تقدیر کے تابع اگر ایک استاد کو پتہ لگ جائے کہ فلاں فلاں شخص نے لازماً فیل ہونا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کے وہ نکمے ہیں وہ نہیں پڑھ رہے اس کا علم ہے وہ قطعی ہوگا اگر وہ سمجھ دار استاد ہے اور اس کو صحیح حالات کا علم ہے تو وہ علم قطعی ہوگا کہ نہیں۔ وہ ڈیکلیئر کر دے تو کوئی

بدل نہیں سکتا اس بات کو اس نے فیل ہو ہی جانا ہے اگر خدا کی تقدیر دخل نہ دے تو جو دنیا کے حالات ہیں اگر یہ۔۔۔تو اس کی مثال ویسی ہو جائے گی لیکن استاد کا علم اور یونیورسٹی کا قانون جس کے نتیجے میں وہ فیل ہو رہا ہے اس کے کردار کا ذمہ دار تو نہیں ہوگا نا وہ مجرم صحیح کیفر کردار کو پہنچے گا نا! باوجود اس کے کہ قانون جس کے تابع وہ فیل ہوا ہے وہ کسی اور نے بنایا ہے اور علم جس کے تابع ڈکلیئر کر دیا گیا تھا کہ یہ فیل ہونے والا طالب علم ہے وہ کسی اور کا علم تھا اور اتنا قطعی علم تھا کہ کوئی اس کو بدل نہیں سکا اب آگے چلے جائیے جب وہ فیل ہو گیا پھر واپس جا کر دیکھیں پھر تو یقیناً قطعی کہہ سکتے ہیں نا اس کو اس علم کو ماضی میں دوبارہ لوٹیں پھر ایک لڑکا فیل ہو گیا۔ڈکلیئر ہو گیا پھر اب اس استاد کے متعلق تو سو فیصد ہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے بتائے ہوئے علم کو کوئی دنیا میں بدل ہی نہیں سکتا یہ ایک تقدیر کی شکل ہے اس میں کوئی مجرم اپنے فعل سے آزاد قرار نہیں دیا جا سکتا جن باتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحیح اور غلط کا اختیار دیا ہے وہاں اسی قسم کی تقدیر چلتی ہے وہاں یہ تقدیر نہیں چلتی کہ اے زید تو بدمعاش ہو اور لازماً جہنم میں جا یہ ہرگز تقدیر نہیں چلتی وہاں تقدیر یہ چلتی ہے کہ تیرے لئے دو رستے کھلے ہیں چاہے ہدایت اختیار کر چاہے ضلالت اختیار کر اور اگر تو ضلالت اختیار کرے تو یہ جہنم کا رستہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں ضلالت اختیار کر جائے گا اس لئے اس کا علم ایک قسم کی تقدیر بن جاتا ہے جس میں ذمہ داری صاحب علم پر نہیں بلکہ صاحب فعل پر عائد ہوتی ہے۔

**سائل: حضور قسمت کے بارہ میں سوال ہے..........؟**

حضور: یہ بھی وہی تقدیر ہے تقدیر عام۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الذی خلق الموت و الحیوٰۃ لیبلو کم ایکم احسن عملا** کہ Struggle for existence کچھ کمزوروں کا پیدا ہونا کچھ طاقتوروں کا پیدا ہونا کچھ بدصورتوں کا کچھ حسین و جمیل آدمیوں کا پیدا ہونا یہ زندگی اور موت کے مظاہر ہیں یعنی زندگی اور موت سے صرف زندہ اور مردہ مراد نہیں بلکہ ان کے درمیان ساری منازل مراد ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نظام ہم نے اس لئے پیدا کیا **لیبلو کم ایکم احسن عملا** تاکہ ہم معلوم کریں کہ بہتر عمل کرنے والے کونسے لوگ ہیں۔اس کے نتیجہ میں آزمائش پیدا ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں امتحان پیدا ہوتے ہیں پھر بہتر عمل کرنے والے ترقی کر جاتے ہیں۔کمزور عمل والے پیچھے رہ جاتے ہیں یہ جو نظام ہے بعینہ یہ نظام عالم ارتقاء میں ہمیں ملتا ہے۔جو زندگی کا ارتقاء ہے یا جو کائنات کا ارتقاء ہے اس میں بالکل یہی شکل نظر آ رہی ہے۔اگر اس نظام کو آپ بدل کر ہر چیز کو مساوی کر دیں تو ترقی ختم ہو جائے گی اسی کا نام موت ہے یعنی کلیۃً جمود پیدا ہو جائے گا۔اگر آپ سے فرق ہٹا دیں۔اونچ اور نیچ کے فرق کے نتیجہ میں یہ قوت اوپر سے نیچے گر رہی ہے۔ایک ابھر رہی ہے۔اور یہ سکیم (unseen) ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر عمومی ہے اس تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا، اگر آپ بدلیں بھی تو مقاصد زندگی اس سے ختم ہو جائیں گے یہ کائنات کی پیدائش کا مقصد فوت ہو جائے گا۔۔۔جو ترقیاں ہوئی ہیں آزمائشوں کے نتیجہ میں جو ترقیاں ہوتی ہیں حسن کے نتیجہ میں تکبر پیدا ہوتے ہیں، بدصورتیوں کے نتیجہ میں حسد پیدا ہوتے ہیں۔پھر آزمائشوں میں دونوں ڈالے جاتے ہیں۔امیر پیدا ہوتا ہے تو اس کے اندر بعض اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔غریب پیدا ہو جاتا ہے اس کو اور خرابیاں درپیش آتی ہیں اور ان کے باہمی رَدِّعمل اور جدوجہد کا نام ہی زندگی ہے لیکن (ایک منٹ) یہ عارضی ہے۔دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک مستقل کارخانہ نہیں ہے یہ ایک عارضی نظام ہے جس کے بعد جزا سزا کا عمل بعد میں شروع ہوگا اور وہ اتنا لمبا ہے کہ اس کے مقابل پر یہ عارضی آزمائشیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھیں گی اور ایک آناً فاناً ایک ثانیہ کی طرح گزرا ہوا وقت نظر آئے گا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تیاری ہے حیات بعد الموت کی۔اور تیاری کے وقت اگر کچھ آزمائشیں پڑ جائیں تو وہ جزا سزا نہیں ہوتی جس پر انسان شکوہ کرے کہ میں مارا گیا اور میں مارا گیا۔ان آزمائشوں میں جو نسبتاً کمزور ہیں وہ اگر اپنے جذبات کا قابو رکھے اور قانون قدرت کی متابعت کرے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لے تو جزا سزا کا دور اتنا وسیع اور لمبا ہے کہ اس کے مقابلہ میں یہ دور اگر سزا بھی کہہ لیں آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دے دی اس کو انعام دے دیا۔کیوں دیا؟

سائل:۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: ہاں۔گناہ کوئی نہیں میں یہی تو بتا رہا ہوں۔یہ سزا ہے ہی نہیں یہ آغاز ہے، سزا تو بعد میں آنی ہے اس لئے گناہ کا سوال ہی کوئی نہیں۔اگر اس صورتحال کو ایک آدمی اچھی طرح برداشت کرتا ہے تو جزا کا دور بعد میں ہے اس کو جزا کا دور کہا ہی نہیں جا سکتا۔جب جزا کا دور کہتے ہیں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔اب آپ دیکھیں ایک ماں بعض دفعہ ایک بچے سے سختی کرتی ہے کان بھی کھینچ لیتی ہے مرغا بنا دیتی ہے اسکا۔وہ جو وقت ہے وہ بچہ کے دل میں اتر کر اپنے ماضی میں جا کر دیکھیں آپ کو کیا محسوس ہوتا تھا؟ بعض بچوں کے دل میں ایسی شدید بغاوت پیدا ہوتی ہے کہ وہ گالیاں بھی دے دیتے ہیں ماؤں کو، گھر چھوڑ کے جی کرتا ہے بھاگ جائیں، بعض بچوں کا دل دکھا تو ہوتا ہے پر صبر کر کے گزارہ کر جاتے ہیں، وہ جو دَور ہے اگر اسی حالت میں تھوڑے سے ثانیہ میں انسان مرجائے۔اس بیچارہ کو کبھی پتہ نہیں لگے گا کہ میری ماں کی رحمت کیا تھی۔کیوں اس

نے مجھے سزا دی۔ سزا نہ دیتی تو میرا کیا حال بنتا۔ لیکن جب وہ اس دَور سے گزر جاتا ہے۔ مڑ کر دیکھتا تو اپنے بچپن کے غصہ پر بھی ہنستا ہے۔ نادانیاں کرتا ہے، ماں سے جو اس کے سلوک تھے اس پر دکھ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے گو اس کی رحمتیں زیادہ وسیع تھیں اور یہ دور معمولی تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم مر کر دوبارہ زندہ ہو گے اس وقت جب اپنی اس دنیا کی طرف نگاہ کرو گے جہاں سے تم گزرے تھے آزمائش کے دَور سے تو بعض لوگ کہیں گے ایک دن یا اس کا تھوڑا سا حصہ تھا۔ بعض کہیں گے کہ ثانیہ تھا۔ ایک گزرا ہوا لمحہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں۔ یعنی اس سے بھی کم ہے یعنی مراد یہ ہے کہ اتنی وسیع آگے زندگی اور جزا اور سزا کا نظام اتنا وسیع ہے کہ اس کے مقابل پر یہ لمحات ایک آنا فانا گزرے ہوئے لمحات نظر آئینگے تو چند لمحوں کی آزمائشوں میں سے گزر کر اگر وسیع نظام بعد میں آنے والا ہے تو اس پہلے حصہ کو جزا سزا کہہ دینا اور بعد والے حصہ کو نظر انداز کر دینا یہ غلطی ہے جو لوگ کرتے ہیں۔

**سائل:** **حضور نبی ہمیشہ کسی قوم یا لوگوں کے درمیان مبعوث کیے جاتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کس کی طرف مبعوث ہوئے تھے؟**

**حضور:** لوگوں کی طرف،

**سائل:** **اس وقت لوگ تھے؟**

**حضور:** ہاں، ضرور تھے، تھے نہیں تو مبعوث کس طرح ہو گئے پھر وہ؟

**سائل:** **کہا جاتا ہے وہ پہلے انسان ہیں۔**

**حضور:** وہ غلط کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا ہوا کہ پہلے آدمی تھے۔ نبی تو پہلے تھے۔ پہلے آدمی قرآن کریم نے کہیں نہیں لکھا۔

**سائل:** ۔۔۔۔۔۔؟

**حضور:** اسی لئے خدا ان رسولوں کو بھیجتا ہے جن کے متعلق پتہ ہوتا ہے کہ وہ نالائق نہیں ہونگے، جن کی طرف بھیجتا ہے وہ اور بات ہے۔ آپ اپنی بات پر قائم رہیں نا۔ باپ اپنے نالائق بچہ کو نہیں بھیجتا۔ لائق بچہ کو بھیجتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ نالائق بچوں کی طرف بھی بھیجتا ہے۔ بھیجتا ہے کہ نہیں؟، اللہ تعالیٰ جس کو بھیجتا ہے وہ لائق ہوتا ہے اور جن کی طرف بھیجتا ہے وہ نالائق ہوتے ہیں۔

**سائل:** **لیکن خدا تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ یہ جو بچہ پیدا ہو رہا ہے اس کو ایسا ماحول میسر ہوگا کہ یہ ضرور ہی نالائق ہوگا اور ضرور ہی گمراہ ہوگا۔ یہ علم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس بچہ کو پیدا کر دیتا ہے۔**

**حضور:** میں تو اس وقت رسالت کی بات کر رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ تقدیر کا نظام ہے یہ بہت وسیع نظام ہے اس کے متعلق حقیقت یہ کہ چند اصولی باتیں تو یہاں کی جا سکتی ہیں۔ تفصیلی بحث نہیں اٹھائی جا سکتی۔ نالائق بچہ کا پیدا ہونا دو معانی رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ بچہ پیدا ہو اور پیدائشی نالائق ہو اس کی ہمیشہ کیلئے آنحضرت ﷺ نے تردید فرما دی **کل مولود یولد علی الفطرة** یا **کل مولود یولد علی الاسلام** اسلئے ہر بچہ لائق پیدا ہوتا ہے فطرت کے لحاظ سے اس لئے یہ بات ہی غلط ہوگی کہ نالائق بچہ کو بھیجا ہے کبھی خدا نے کسی نالائق بچہ کو دنیا میں نہیں بھیجا، دوسری بات یہ کہ اب دو باتیں آ گئیں، یا تو آزمائش کا نظام ہی نہ ہو صرف لائق ہی ہوں۔ اگر یہ سکیم ہوتی اللہ تعالیٰ کی تو انسان کو پیدا کیوں کرنا تھا۔ فرشتے کافی نہیں تھے؟ یہی تو اعتراض اٹھا تھا اس وقت کہ ہم تیری پرستش کر رہے ہیں، ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور ہم گناہ کرتے ہی نہیں اور تو ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہے جو گناہ بھی کرے گی۔ خون بھی بہائے گی تو پھر فرشتے ہی پیدا ہونے تھے۔ آپ کی تو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ آپ کی ضرورت ہی اس نظام کی وجہ سے ہے کہ آزمائش کے دَور میں ڈالا جانا تھا اس لئے آزمائش کا مطلب ہی یہی ہے ایک طرف موت ایک طرف زندگی۔ ایک طرف موت سے مشابہ حرکتیں اور ایک طرف زندگی سے مشابہ حرکتیں اور اسی جدوجہد کا نام زندگی ہے اس سے اعتراض کیا ہے یہ تو سکیم تھی اس کا حصہ ہے۔

**سائل:** ۔۔۔۔۔۔؟

**حضور:** اصل بات یہ کہ ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے جہاں کتا ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کتے کے مضمون پہ بہت اچھی روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کتا کلب کو کہتے ہیں، چھوٹے کاف سے ہو تو کتا ہو جاتا ہے بڑے کاف سے ہو تو دل ہو جاتا ہے اور دل کے اندر ہی بدلنے کا مفہوم ہے۔ یہ اگر قلب بدل جائے تو چھوٹے کاف میں تبدیل ہو جاتا ہے اور کتا بن جاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ کتے دل میں بستے ہوں وہاں فرشتے نازل نہیں ہوتے اور وہاں نماز کس لئے ہوگی جب جہاں دل ہی

کتے ہوں وہاں نماز کس کی ہوگی۔قرآن کریم میں مثال دے کر انسان کی مثلہ کمثل الکلب کے مضمون کو سند عطا فرما دی ہے۔یعنی صرف ہمارے خیال کی باتیں نہیں حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کی بنیاد قرآن کریم میں ہے کہ بدبخت انسان جو دنیا کی طرف مائل ہو جائے یعنی تبدیلی اختیار کر لے یعنی اوپر کی طرف دیکھنے کی بجائے نیچے کی طرف جھک جائے یہ بھی کلب ہے۔ایک قلب معیت جس کی خاطر پیدا کیا گیا تھا اس کے برعکس نتیجہ ظاہر کر دے اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کلب ہو جاتا ہے۔وہی حضرت مسیح موعودؑ والا مضمون کہ قلب سے پلٹا کھا کر وہ کلب ہو جاتا ہے۔کتا بن جاتا ہے۔اس لئے آپ ہمیشہ کاف اور قاف میں فرق کیا کریں۔ہمارے عموماً پنجاب میں قاف اور کاف میں فرق نہیں کرتے حالانکہ زمین و آسمان کا مضمون میں فرق پڑ جاتا ہے اور جو فرق کرنے لگ جاتے ہیں وہ ہر چھوٹے کاف کو بھی قاف میں تبدیل کر دیتے ہیں اس لئے فرق پھر بھی نہیں رہتا۔

سائل:۔۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: یہ نہیں پتہ چلتا یہ غلط نتیجہ نکالا ہے آپ نے اصل میں یہ ایک پیشگوئی تھی عظیم الشان جو مستقبل میں پوری ہونی تھی اور اب پوری ہو چکی ہے غربت کے نام پر ایک ایسی تحریک جاری ہونی تھی جس نے دہریت میں بدل جانا تھا اور اشترا کی صورت میں وہ ظاہر ہو بھی چکی ہے۔یعنی پیشگوئی تھی آنحضرت ﷺ کی کہ ایسا وقت ہو سکتا ہے کہ قریب ہو کہ ایسا ہو جائے کہ غربت کا غلط استعمال غربت کے نظریے کو غلط استعمال کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا جائے یہ جو غلط فلسفے آنے تھے انہوں نے فقر کو کفر میں بدلنا تھا ان کی طرف اشارہ ہے اس میں۔

سائل:۔۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: یہ دلیل ہے یا دعویٰ؟

سائل: یہ دعویٰ کرتے ہیں۔

حضور: پھر دلیل کیا دیتے ہیں؟

سائل:۔۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: یہ دلیل ہے باقی سب صحابہؓ کو چھوڑ کے آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین اور باقی صحابہ کو چھوڑ کر دو صحابہ کو پیش کر دینا یہ دلیل تو کوئی نہیں ہے قرآن کریم سے نکلنی چاہئے سب سے پہلے اور سارے قرآن کریم میں مساوات کی جو تعریف ہے وہ تعریف نہیں ملتی جو اشتراکیت کے ہاں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بعض کو ہم نے بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے جب خدا نے رزق میں فضیلت دی تو اشتراکیت کہاں سے نکل آئی بیچ میں سے پھر آزمائش کا ذکر فرمایا ہے غربتوں کی آزمائش کا امارت کی آزمائش کا یہ بھی فرمایا ہے کہ مترفیھا جو ہوتے ہیں امیر لوگ وہاں یہ بھی آپ کے مضمون کے خلاف بات ہے جو آپ کا اعتراض تھا وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مترفیھا کو ہم ہلاک کیا کرتے ہیں وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں امارت زیادہ بڑا ابتلا بن جاتی ہے تو اس لئے قرآن کریم کے نظام میں تو کہیں اشتراکی فلسفے کا ذکر نہیں ملتا۔

سائل:۔۔۔۔۔۔۔۔؟

حضور: بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب معلوم ہوتا ہے دوست ہمارے طلبا کم پڑھتے ہیں یہ سارے مسائل حل ہوئے ہوئے ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں، تفسیر کبیر میں، بھی بڑی تفصیلی بحثیں موجود ہیں لیکن وہ آجکل دستیاب نہیں ہو رہیں اس میں تو قصور کوئی نہیں ہے لوگوں کا' ملتی نہیں ہیں اب ہم انشاء اللہ بڑی جلدی شائع کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ایک دو سال کے اندر اندر تفسیر کبیر مہیا ہو جائے گی سب دوستوں کو لیکن اب میں آپ کو بتاتا ہوں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں تو یہ مضمون کئی جگہ زیر بحث آ چکا ہے وہ آپ کو پڑھنی چاہئے اللہ تعالیٰ جب کسی رسول کو بھیجتا ہے تو اس کے تابع ساری قوم ہو جاتی ہے اور قوم کا ہر فرد پابند ہو جاتا ہے۔جب رسالت پہلی دفعہ ظاہر ہوئی دنیا میں حضرت آدم کی شکل میں تو ہر قسم کے لوگ چھوٹے بڑے سب مخاطب ہو رہے تھے جس قوم کی طرف حضرت آدم مبعوث ہوئے اس قوم کے تمام افراد مخاطب تھے ان میں جنّ بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جس طرح آنحضرت ﷺ ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے ہیں آپ کو احکامات ہوئے ہیں نا لیکن قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے آخری زمانے میں ناس بھی ہونگے فتنے بھی پیدا ہونگے وہ سارے مخاطب ہو جاتے ہیں تو یہ اسلوب بیان ہے جب کسی بڑے کو آرڈر مل جاتا ہے تو ماتحت خود

بخوداس آرڈر کے تابع آجاتے ہیں ایک جرنیل کو حکم ملتا ہے کہ تم کوچ کرو۔ وہاں اگر یہ نہ بھی لکھا ہو کہ سارے سپاہی اور سارے افسران ۔۔۔ ہر سقہ ماشکی سب کوچ کرے تب بھی جب جرنیل کو کہا جاتا ہے کوچ کرو تو سارے تابع ہوتے ہیں اور کوئی سقہ اٹھ کے کہہ دے جی مجھے تو کوئی حکم نہیں آیا ہے جرنیل صاحب کو آیا ہے میں نہیں کوچ کروں گا مار پڑے گی نا اسکو پھر اس لئے اس کو مار پڑی ہے دوسرے یہ کہ جن کے معنی وہ کیوں آپ لیتے ہیں جو جہالت کی پیداوار ہیں جن کے وہ معنی لیں جو قرآن کریم پر مبنی ہیں اور قرآن کریم نے مختلف وقتوں میں جن کے موضوع پر روشنی ڈالی ہوئی ہے جن کا محاورہ بڑے لوگوں کے لئے بھی آتا ہے متکبر لوگوں کے لئے بھی آتا ہے وہ لوگ جو ناری صفات رکھتے ہیں جیسا کہ یہاں آیا ہے بغاوت کی صفات رکھتے ہیں ان کے لئے بھی آتا ہے نار سے شیطان کو پیدا کیا گیا تھا یا جن کو پیدا کیا گیا جب یہ مذہبی گفتگو ہوگی تو اس کے معنی اور ہیں اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آگ سے کوئی شیطان بنا ہوا تھا جو وہاں آجایا کرتا تھا یہ باتیں کیا کرتا تھا مراد یہ ہے کہ دو قسم کی قوتیں ہیں دنیا میں ایک طینی قوت یعنی پانی اور مٹی کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے اس میں نمو ہوتی ہے اس میں مختلف بکھرے ہوئے مادے مل کر ایک ترکیب اختیار کرتے ہیں زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک ہے ناری قوت جو نفرت اور غصے اور انتقام پر مبنی ہوتی ہے اور جلاتی ہے بھسم کرتی ہے اور تعلقات کے دائرے کو توڑتی ہے تو یہ پہلا سبق یہ دیا' خدا تعالیٰ نے کہ نبیوں کی مخالف قوتیں کبھی بھی محبت پر مبنی نہیں ہوتیں کبھی بھی رحمت سے اپنی طاقت نہیں لیتیں وہ ہمیشہ نفرت اور انتقام کی تعلیمات پر مبنی ہوتی ہیں اور اسی ایندھن پر پلتی ہیں چنانچہ آپ ساری دنیا کی مذہبی اور غیر مذہبی تاریخ کا موازنہ کر کے دیکھ لیں اس کا خلاصہ قرآن کریم نے شروع میں ہی بیان فرما دیا اتنا عظیم الشان خلاصہ ہے کہ ساری دنیا کی ہر تاریخ پر برابر چسپاں ہوتا ہے ہر نمو میں ہر تحریک جو نفرت پر مبنی ہے اس پیغام کے مطابق وہ شیطانی تحریک ہے اس کا رحمانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہر تاریخ جو نشو ونما اور کامیابی پر مبنی ہے جسکے نتیجے میں نمو پیدا ہوتی ہے نئی زندگی پیدا ہوتی ہے زندگی نئی شکل میں ڈھلتی ہے ایسی ہر تحریک روحانی یا مذہبی تحریک ہوتی ہے تو یہ پیغامات ہیں جن کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں آج تک لوگ خواہ مخواہ جن بھوتوں کے قصوں میں یا نار اور پانی کے قصے میں مبتلا ہوئے اور اصل پیغام کو سمجھ ہی نہیں سکے آپ تو خدا کے فضل سے صاحب بصیرت جماعت میں ہیں آپ کو تو ان باتوں کا علم ہونا چاہیے تا کہ آپ باقی دنیا کو بھی روشنی دیں۔

**سائل:۔۔۔ تبلیغی جماعت والے جاتے ہیں تو میں ان کو دیکھتا ہوں اور میری خواہش تھی کہ میں ۔۔۔**

حضور: تبلیغی جماعت والوں کو دیکھ کر بھی آپکو تبلیغ کی خواہش نہیں پیدا ہوتی۔

**سائل: نہیں جی میں تو اپنی طرف سے کرتا ہوں**

حضور: بس یہی کریں آپ کا یہی لیول ہے۔

**سائل: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کے یہاں ہماری جماعت کی طرف سے کوئی ایسا بندوبست کیا جائے مبلغ دیا جائے۔**

حضور: آپ ہیں' جماعت کی طرف سے' یہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں جماعت کے جو مبلغین کی تعداد ہے اس کو اگر ضرورت کے علاقوں پر تقسیم کریں تو آٹے میں نمک زیادہ ہوتا ہے یہ اتنے بھی نہیں ہیں اگر آپ مبلغین کو جو باقاعدہ مبلغ کہلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انکا فرض ہے۔ ہمارا فرض ہے کے ہر جگہ مبلغ بھجیں تو پھر تو دنیا کے تقاضے ہماری حد استطاعت سے بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں ناممکن ہے ان کو پورا کیا جا سکے اگر دوسرے پہلو سے دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ پر تبلیغ فرض انہی معنوں میں جن میں ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت آدمؑ کا حکم سب ماتحتوں پر لگتا ہے آپ کے ہر غلام پر فرض ہے تو ان معنوں میں جہاں جہاں احمدی پہنچتا ہے وہاں مبلغ پہنچ گئے اور غیروں کے مقابل پر جو ہماری تعداد کی اقلیت کمزوری حاصل ہے وہاں جو تبلیغی جماعت والے ہیں وہ تعداد میں کثرت کی نمائندگی کر رہے ہیں انکی اور آپ کی یہی نسبت رہے گی جب تک آپ اس نسبت کو تبدیل نہیں کر لیتے اس لئے وہاں آپ مبلغ ہیں۔

**سائل: حضور دعا فرمائیں۔**

حضور: اللہ (فضل) کرے گا دعا کروں، گا انشاء اللہ۔

**(جاری ھے)**

# وصیت سے حاصل ہونے والی ذاتی برکات کا ایک نمونہ

# روحانی انشورنس

مسعود احمد خورشید سنوری

## بہشتی مقبرہ

9دسمبر1905: ''نئے قبرستان کی زمین کے متعلق الہام ہوا

''اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَۃٍ''

''یعنی ہرایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے''

وصیت کرنے والوں کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء الٰہی کے تحت بیان فرمودہ پُر حکمت اور بیش بہا نصائح اور ہدایات کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں:

''اگرتم صاف دل ہوکراُس کی طرف آجاؤ توہرایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔۔۔''

(صفحہ 9رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20 ایڈیشن 1984)

''اگرتم تلخی اُٹھالوگے توایک پیارے بچے کی طرح خُدا کی گود میں آجاؤگے اورتم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤگے جوتم سے پہلے گزر چکے ہیں ہرایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔''

(صفحہ نمبر9رسالہ الوصیت)

''اگرتمہاری زندگی اورتمہاری موت اورتمہاری ہر ایک حرکت اورتمہاری نرمی اور گرمی محض خُدا کیلئے ہوجائے گی اور ہرایک تلخی اورمصیبت کے وقت تم خُدا کا امتحان نہیں کروگے اورتعلق کونہیں توڑوگے بلکہ آگے قدم بڑھاؤگے تو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہوجاؤگے اگرتُم پورے طور پر خُدا کی طرف جھکوگے تو دیکھو میں خُدا کی منشاء کے مطابق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہوجاؤگے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اوراُس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تاخُدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔۔۔''

(صفحہ نمبر10رسالہ الوصیت' ایڈیشن 1984)

''پس مبارک وہ جوخدا کی بات پرایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے بلکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق ہے اورکون کاذب ہے۔''

(صفحہ نمبر11رسالہ الوصیت)

''اے سننے والوسنو! کہ خُداتم سے کیا چاہتا ہے۔بس یہی کہ تُم اُسی کے ہوجاؤ۔اُس کے ساتھ کسی کوشریک نہ کرو۔نہ آسمان میں نہ زمین میں۔۔۔''

(صفحہ نمبر11رسالہ الوصیت)

''اور چونکہ آسمانی نشانوں اور بلاؤں کے دن قریب ہیں۔اس لئے خداتعالیٰ کے نزدیک ایسے وقت میں وصیت لکھنے والا بہت درجہ رکھتا ہے جوامن کی حالت میں وصیت لکھتا ہے اوراس وصیت کے لکھنے میں جس کا مال دائمی مدد دینے والا ہوگا اس کودائمی ثواب ہوگا اورخیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا۔۔۔''

(صفحہ نمبر22رسالہ الوصیت)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں بہشتی مقبرہ کے متعلق فرمایا:

''میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے۔اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہوجنہوں نے درحقیقت دین کودُنیا پرمقدم کرلیا اوردُنیا کی محبت چھوڑ دی اور خُدا کیلئے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی اوررسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یا رب

العالمین۔''

(صفحہ نمبر 18رسالہ الوصیت)

''پھر میں تیسری دفعہ دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تُو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے۔ جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنّی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔ جن سے تُو راضی ہے اور جن کو تُو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پُورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔''

(صفحہ نمبر 20,19رسالہ الوصیت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہشتی مقبرہ میں تدفین کیلئے بعض شرائط تحریر فرمانے کے بعد رقم فرمایا:

''بالآخر ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش ان میں پیدا کرے اور اُن کا خاتمہ بالخیر کرے، آمین۔''

(صفحہ نمبر23رسالہ الوصیت)

نیز فرمایا:

''واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں۔ تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ اُن کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا اُن کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے اُنہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کیلئے قوم پر ظاہر ہوں۔''

(صفحہ نمبر23رسالہ الوصیت)

ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ الوصیت کے متعلق چند ضروری امر قابل اشاعت تحریر فرمائے:

اُس ضمیمہ میں ساتواں امر یہ ہے ''یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا دسواں حصہ دیا جاوے بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنے والا جہاں تک اُس کے ممکن ہے پابند احکام اسلام ہو اور تقویٰ اور طہارت کے اُمور میں کوشش کرنے والا ہو۔ اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اُس کے رسولؐ پر سچا ایمان لانے والا ہو اور نیز حقوق عباد غصب کرنے والا نہ ہو۔''

(صفحہ نمبر 26 رسالہ الوصیت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حصول کیلئے جو مندرجہ بالا رُوح پرور دُعائیں کیں اور جماعت کو صالحین کے مقام پر کھڑا کرنے کیلئے اُن کی زندگی میں اور وفات پر اُنہیں خدا تعالیٰ کے مقرّب بندوں میں شامل کرنے کیلئے بیش بہا نصائح فرمائیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت صالح اور باعمل انسانوں کیلئے مشعل راہ ہوں گی۔

## وصیت کی برکات

میری شادی 11 مئی 1942 کو قادیان کے مقدس مقام پر ہوئی۔ میری اہلیہ چونکہ یتیم تھیں اس لئے حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ولایت میں نکاح پڑھا اور رخصتانہ کی تقریب میں بھی شمولیت فرمائی اور ہمارے لئے دُعائیں کیں۔ شادی سے اگلے دن میرے بزرگ پھوپھا حضرت منشی نور محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ نے میری اہلیہ ناصرہ بیگم صاحبہ کیلئے وصیت فارم پُر کئے۔ ہمارے ایک عزیز نے حضرت پھوپھا صاحب کو کہا کہ آپ نے کل تو اپنی بھانجی کی شادی کی ہے اور آج اُس کو بہشتی مقبرہ بھجوا رہے ہیں۔ حضرت پھوپھا صاحب نے فرمایا کہ وصیت کرنے سے تو کوئی اُسی وقت بہشتی مقبرہ نہیں چلا جاتا بلکہ وصیت تو ایک انشورنس ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعاؤں کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جو حضورؑ نے وصیت کرنے والوں کیلئے کی ہیں۔

چنانچہ ناصرہ بیگم صاحبہ نے وصیت کرنے کے بعد 60 سال سے زائد عمر پائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت دُعاؤں کے طفیل جو برکات حاصل کیں اُن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

اُنہوں نے شادی کے بعد کوئٹہ بلوچستان میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم میں کام شروع کیا۔ پھر کراچی آنے پر ناظم آباد کے علاقہ میں لجنہ اماء اللہ کا حلقہ بنایا۔ کیونکہ ان کو شادی کے بعد حضرت سیّدہ اُمِ طاہر صاحبہؓ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے فرمایا تھا کہ جہاں بھی آپ کا قیام ہو لجنہ اماء اللہ کی تنظیم ضرور قائم کروانا چنانچہ 1956 میں کراچی میں خدمات کا سلسلہ شروع کیا اور لجنہ کراچی کی سیکرٹری مال کا کام سپرد ہونے پر خوش اسلوبی سے کام انجام دیا۔ پھر PECHS کراچی میں بطور صدر کام کیا اور اسکے بعد کئی سال لجنہ اماء اللہ کراچی کی نائب صدر اور تین سال لجنہ اماء اللہ

کراچی کی قائمقام صدر کے عہدہ پر خدمات انجام دیں۔ اسی دوران ناصرہ بیگم صاحبہ کئی سال نائب صدر موصیات کراچی کے عہدے پر بھی فائز رہیں۔ اور کراچی جماعت کی بہت سی وصیت کرنے والی خواتین کی تصدیق کرتی رہیں۔ خود باقاعدگی سے چندہ جات ادا کرتی تھیں اور حلقہ جات ناظم آباد PECHS میں چندہ جات کی وصولی کا کام بھی کرتی رہیں۔

آپ کو محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ ربوہ کی طرف سے سندات خوشنودی بھی عطا کی گئیں۔

خلفائے کرام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کراچی تشریف آوری اور قیام کے دوران سارا سارا دن حضور کی قیام گاہ پر ڈیوٹی دیا کرتیں اور اس خدمت پر بہت خوشی محسوس کرتیں۔ دعاؤں پر کامل یقین تھا اور خلیفہء وقت کو دُعا کیلئے خط لکھتیں یا مجھ سے لکھواتی تھیں۔ اپنے والد صاحب بزرگوار کا دعاؤں کے متعلق یقین کا اکثر ذکر کرتی تھیں کہ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا یا بیماری وغیرہ ہوتی تو فوراً خلیفہء وقت کی خدمت میں خط تحریر کرتے اور خط پوسٹ کرنے کے بعد کہا کرتے تھے کہ اب مجھے تسلی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کام ہو جائے گا کیونکہ میری درخواستِ دُعا چلی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ دُعا قبول فرمائے گا۔ آپ کو اپنے سُسر حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ اور خوشدامنہ حضرت رحیمن بی بی صاحبہ جو کہ دونوں رفقائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے کی خدمت کی لمبے عرصے تک توفیق ملی۔ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ناصرہ اُن کے ساتھ جنت میں ہے۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد سے گہری محبت کا اظہار کرتی تھیں۔ بچپن میں حضرت اُمّ المؤمنین کے پاس جایا کرتی تھیں اور اس پر بڑی خوشی کا اظہار کرتی تھیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ سے ملاقات کر کے خوشی محسوس کرتی تھیں۔

## حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچویں اور آٹھویں شرطِ بیعت

"پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عُسر و یُسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلت اور دُکھ کے قبول کرنے کیلئے اُسکی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے مُنہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔"

"ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ عزیز سمجھے گا۔"

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کرنے والوں کیلئے بیش بہا دُعاؤں اور مندرجہ بالا شرائطِ بیعت کے مطابق ناصرہ بیگم صاحبہ نے ہمیشہ مصائب اور مشکلات میں صبر و استقامت دکھلایا:

1953 میں ہم لاہور میں مقیم تھے اور 1974 میں کراچی میں مقیم تھے۔ ان ایام میں لاہور اور کراچی میں ہر مرتبہ جماعت احمدیہ کے خلاف شرپسند عناصر کا ہمارے کاروبار اور رہائشی مکانات پر حملہ کا خطرہ ہوا۔ تو مرحومہ نے نہایت صبر اور استقلال کا مظاہرہ کیا۔ لاہور میں جب ہماری رہائش گاہ' آسٹریلیا بلڈنگس برانڈرتھ روڈ' کے اردگرد چاروں طرف سے جلوس آتے۔ بدزبانی اور بدکلامی کرتے اور جماعت کے امام علیہ السلام خلفائے کرام علمائے کرام کے نام لے لے کر گالیاں نکالتے اور نعرہ بازی کرتے تو کئی روز ہم اُس مکان میں محصور ہو کر رہ گئے تو ہم سب خدائے قادر وتوانا کی بارگاہ عالی میں سجدہ ریز ہو کر احمدیوں کی خیروعافیت کیلئے دُعائیں کرتے رہتے۔ ہماری دُکان واقع اکبری منڈی لاہور کے دروازہ کو توڑ کر کچھ مالی نقصان پہنچایا گیا لیکن وہاں ہمارے 13 گودام جو ایران سے امپورٹڈ مال سے پُر تھے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے۔ ہم کو حضرت مصلح موعودؓ کے دعائیہ کلمات پہنچتے رہتے تھے اور حضورؓ نے فرمایا تھا کہ "میں خُدا تعالیٰ کو مدد کیلئے دوڑتا ہوا آتا دیکھتا ہوں۔" یہ پیغام ہمارے لئے صبر و استقامت اور عافیت ربّانی کا مژدہ سناتے رہے **فالحمدللہ علی ذالک۔**

1974 میں جب کراچی میں بھی احمدیوں کے خلاف تحریک چلی اُن ایّام میں ہمارے گھر کے بالکل نزدیک ایک غیر از جماعت لوگوں کی مسجد تھی۔ جس میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی بھی آ کر تقریریں کیا کرتے تھے۔ اس مسجد کے ساتھ نوجوان طلباء کو دینی تعلیم دینے کیلئے دارالعلوم بھی تھا اور مسجد کے امام حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اُس مسجد میں مرکز والوں کی طرف سے احمدیوں کے خلاف تقاریر ہوتیں اور نعرہ بازی کی جاتی بلکہ مسجد کے ساتھ ایک وسیع میدان تھا اُس میدان میں جو جلسے ہوتے یا تقریریں ہوتی تھیں اُن میں بھی ہمارے خلاف غلط پروپیگنڈا

کیا جاتا۔ ہمارے ہمسایوں نے بتلایا کہ یہ لوگ احمدیوں کے دونوں طرف کے مکانات پر حملہ کرکے اُنہیں لوٹنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ ہمارے گھر پر پولیس والے آکر احمدیوں کے تمام مکانات کے ایڈریس طلب کرتے تھے تاکہ اُن مکانات پر نشان لگادیں اور لوگوں کو مکانات لُوٹنے میں آسانی رہے۔ لیکن ہمارا تو صرف اور صرف خداوند کریم پر ہی بھروسہ تھا جیسا کہ اُس نے شر پسند لوگوں کیلئے فرمایا ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ O

(ال عمران:55)

چنانچہ خدائے قادر وتوانا نے اُن کے ایسے منصوبوں کو ناکام بنایا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے وصیت کرنے والوں کیلئے جو بابرکت دعائیں کی تھیں کہ ''خُدا تعالیٰ اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے'' وہ دعائیں ہر فتنہ اور فساد کے وقت ہمارے لئے صبرواستقامت، خیروعافیت اور نصرت الٰہی کا جامہ پہن کر آئیں۔ اور ہماری مدد خدا تعالےٰ کی کرم نوازی سے ہوتی رہی۔ اُن ایّام میں ہماری غیراز جماعت ہمسائی نے ہمدردی کے طور پر ناصرہ بیگم صاحبہ کو کہا کہ اگر کسی وقت آپ کے گھر پر حملہ ہو تو آپ مع اپنی بچیوں کے دیوار پھاند کر ہمارے گھر آجاویں ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن ناصرہ بیگم نے اُن کو یہی کہا کہ ہمارا خدا ہمارا محافظ ہے وہ ہمیں ہر مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور ہماری حفاظت کرے گا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعائیہ شعر کو ہمیشہ خدائے ذوالجلال نے شرفِ قبولیت بخشا ہے ؎

نیز مارا از بلاہائے جہاں محفوظ دار
تکیہ گاہے ماتوئی اے قادر و ربّ کریم

(درثمین فارسی)

ناصرہ بیگم صاحبہ کراچی میں اپنے گھر پر بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں اور مانسہرہ (صوبہ سرحد) میں اور کئی مرتبہ سندھ کی اسٹیٹوں بنی سر روڈ، بشیر آباد اسٹیٹ میں وقفِ عارضی کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور وہاں بھی بچیوں کو قرآن کریم پڑھاتی رہیں۔

1961 میں بفضلہٖ تعالےٰ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور حج کے دوران آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

تین ممالک میں یعنی مسجد بشارت سپین، مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن، مسجد بیت الاسلام کینیڈا میں افتتاح کے بابرکت مواقع پر دعاؤں میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی، الحمدللہ ثمّ الحمدللہ۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور وصیت یعنی بابرکت روحانی انشورنس میں شمولیت کے طفیل ناصرہ بیگم صاحبہ کو ساری عمر خدماتِ دینیہ کی توفیق ملی، الحمد للہ۔ اور 83 سالہ پاکیزہ زندگی گزارنے کے بعد امریکہ میں 8 نومبر 2003 کو وفات پائی اور ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ دعائیہ شعر کو مرحومہ کے حق میں بھی قبول فرمائے ؎

اے خدا بر تُربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(درثمین فارسی)

# سانحہ ارتحال

میاں غلام احمد سپرنٹنڈنٹ محکمہ انہار لائلپور (ریٹائرڈ) حال کیلیفورنیا امریکہ تحریر کرتے ہیں کہ اُن کے چھوٹے بھائی محترم ڈاکٹر فضل احمد فضل، پی۔ ایچ ڈی چیف سائنٹیفک آفیسر اٹامک انرجی سینٹر پاکستان، بعمر 76 سال، چار ماہ کی علالت کے بعد 20 ستمبر 2009 کو پاکستان میں وفات پاگئے ہیں، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ مرحوم کے بڑے بیٹے ڈاکٹر ندیم احمد سپیشلسٹ، جو لندن میں ہوتے ہیں، جنازہ میں شامل ہوئے۔ مرحوم کا خلافت سے اخلاص ووفا کا بہت گہرا تعلق تھا۔ اُن کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 2 بیٹے اور 6 بھائی (خاکسار غلام احمد، کیپٹن ڈاکٹر میاں شریف احمد اشرف لندن، میاں رشید احمد ریٹائرڈ ایمبیسیڈر حال اسلام آباد، میاں بشیر احمد دوبئی، میاں جمیل احمد ایم۔ اے فیصل آباد، میاں مبارک احمد ریٹائرڈ ریلوے گارڈ لندن) شامل ہیں۔ احبابِ جماعت سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔

جزاک اللہ۔

# امریکہ سے ایک آواز

## شیخ محمد الیگزینڈر رسل ویب

امریکہ کے مشہور نومسلم آنریبل شیخ محمد الیگزینڈر رسل ویب صاحب نے حضرت کی وفات پر جو خط لکھا تھا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس خط میں ویب صاحب نے حضرت صاحب کے ساتھ اپنی بیس سالہ واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے اقرار کیا ہے کہ بے شک مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے انبیاء میں سے تھے لیکن اس خط کو درج کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ویب صاحب کے مسلمان ہونے، ملازمت چھوڑنے، ہندوستان میں آنے اور ان کے ذریعہ سے ایک صاحب اور مولوی حسن علی صاحب کے حضرت صاحب کی طرف توجہ کرنے اور ایک پیر صاحب کے حضرت کے بارے میں استخارہ کرنے کے بارہ میں درج کر دیا جائے بہت سے دوست ان واقعات سے بے خبر ہوں گے اور ان کے واسطے ان سے اطلاع امید ہے کہ بموجب ازدیاد ایمان ہوگی۔ مولوی حسن علی صاحب فرماتے ہیں۔

## ملک امریکہ میں اسلام کیونکر پھیل رہا ہے

اس قصہ سے بہت حضرات پورے واقف نہیں ہوں گے ملک امریکہ کے شہر ہڈسن علاقہ نیو یارک میں 1846 میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام الیگزینڈر رسل ویب رکھا گیا۔ اس شخص کا باپ ایک نامی و مشہور اخبار کا ایڈیٹر و مالک تھا۔ ویب صاحب نے کالج میں پوری تعلیم پائی اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر ایک ہفتہ واری اخبار جاری کیا۔ ویب صاحب کی لیاقت علمی طرز و تحریر کا شہرہ دُور دُور ہوا۔ ایک روزانہ اخبار سینٹ جوزف مسوری ڈیلی گزٹ کے ایڈیٹری کے معزز عہدہ پر ویب صاحب کی دعوت کی گئی۔ پھر اس کے بعد اور کئی اخباروں کی ایڈیٹری کا کام ویب صاحب کے سپرد ہوتا رہا کوئی صاحب لفظ اخبار کے کہنے سے کہیں اخبارات ہند کی ایڈیٹری نہ سمجھ لیں۔ ہندوستان کے دیسی اخباروں کو امریکہ کے اخباروں سے وہی نسبت ہے جو ایک تین چار برس کے لڑکے کو ایک چالیس پچاس برس کے ذی علم و تجربہ کار شخص کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ امریکہ کے اخباروں کی تعداد کا حساب ہزار سے نہیں ہوتا بلکہ لاکھ سے۔ پھر ایڈیٹر بھی اسی لیاقت و دماغ کا آدمی ہوتا ہے جو اگر ضرورت ہو تو وزارت کے کام کو بھی انجام دے سکے۔ جس اخبار کے ویب صاحب ایڈیٹر ہیں وہ امریکہ میں دوسرے نمبر کا اخبار گنا جاتا تھا یعنے ایک ہی اخبار ساری قلمرو میں ایسا تھا جو ویب صاحب کی قابلیت اور لیاقت کا ایسا شہرہ ہوا کہ پریذیڈنٹ سلطنت امریکہ نے ان کو سفارت کے معزز عہدہ پر مقرر کر کے جزیرہ فلپائن کے پایہ تخت منیلا کو روانہ کیا۔ سفیر' سلطنت گورنر کا ہم رتبہ ہوتا ہے۔

1872 میں مسٹر ویب نے دین عیسوی کو ترک کر دیا انہوں نے دیکھا کہ عیسائی مذہب سراسر خلاف عقل و عدل ہے کئی برس تک ویب صاحب کا کوئی دین نہ تھا لیکن ان کو ایک قسم کی بے چینی تھی۔ دل میں خیال کیا کہ اس جہان کی سارے ادیان پر غور کروں۔ شاید ان میں سے کوئی سچا مذہب ہو۔ پہلے پہل بدھ مذہب کی تحقیقات شروع کی۔ کامل تحقیقات کے بعد اس مذہب کو تشفی بخش نہ پایا۔ اسی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدّد زمان کے انگریزی اشتہارات کی یورپ و امریکہ میں خوب اشاعت ہو رہی تھی۔ وب صاحب نے اس اشتہار کو دیکھا اور مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کی جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ویب صاحب نے دین اسلام قبول کر لیا۔

## حاجی عبداللہ عرب

ایک میمن تاجر ہیں جو کلکتہ میں تجارت کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے لاکھ دو لاکھ کی پونجی کا ان کو سامان کر دیا تو ہجرت کر کے مدینہ میں جا بسے۔ وہاں باغوں کے بنانے میں بہت کچھ صرف کیا بہت عمدہ عمدہ باغ تیار تو ہو گئے لیکن عرب کے بدوؤں کے ہاتھوں پھل ملنا مشکل۔ آخر بیچارے پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ جدّہ میں آ کر ایک مختصر پونجی سے تجارت شروع کر دی۔ بمبئی سے تجارتی تعلق ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں کبھی کبھی آ بھی جاتے ہیں۔ یہ بزرگ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مومن ہے اللہ تعالیٰ

نے اس کو مادرزاد ولی بنایا ہے اس کمال وخوبی کا مسلمان میری نظروں سے بہت ہی کم گزرا۔ مثل بچوں کے دل گناہوں سے پاک وصاف خدا پر بہت ہی بڑا توکل، ہمت نہایت بلند، مسلمان کی خیرخواہی کا وہ جوش کہ صحابہ یاد پڑجائیں۔اے خدا! اگر عبداللہ عرب کے ایسے پانچ سو مسلمانوں کی جماعت بھی تُو قائم کردے ابھی مسلمانوں کی دنیا بھی بدل جائے۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے مجھ کو بھی کچھ تھوڑا سا جوش اہلِ اسلام کی خیرخواہی کا عنایت فرمایا ہے لیکن جب میں عبداللہ عرب کے جوش پر نظر کرتا ہوں تو سر نیچا کرلیتا ہوں۔ مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ بہت بڑا نیک ظن ہے اور وہ بھی مجھے محبت سے ملتے ہیں۔ مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ رہنے کا عرصہ تک موقعہ ملا ہے۔ اگر میں ان کی روحانی خوبیوں کو لکھوں تو بہت طول ہوجائے گا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس آخری زمانہ میں بھی اس قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ مکہ معظمہ میں نہر زبیدہ کی اصلاح کیلئے قریب چار لاکھ روپیہ چندہ ایک عبداللہ عرب صاحب کی کوشش سے جمع ہوا تھا۔ بمبئی میں عبداللہ عرب صاحب نے الگزینڈر رسل ویب سفیر امریکہ کے مسلمان ہونے کا حال سنا، فوراً انگریزی میں خط لکھوا کر ویب صاحب کے پاس روانہ کیا۔

ویب صاحب نے بھی ویسے ہی گرم جوشی کے ساتھ جواب دیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ کسی طرح منیلا آسکتے تو امریکہ میں اشاعت اسلام کے کام میں کچھ صلاح و مشورہ کیا جاتا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب کو حضرت سیدا شہدالدین جھنڈے والے سے بیعت ہے۔ شاہ صاحب کی بڑی عظمت عبداللہ عرب کے دل میں ہے۔ مجھ سے اس قدر تعریف ان کی بیان کی ہے کہ مجھ کو مشتاق بنادیا ہے کہ ایک بار حضرت پیر سیدا شہدالدین صاحب کی ملاقات ضرور کروں۔ جب کوئی اہم کام پیش ہوتا ہے۔ تو حاجی عبداللہ عرب صاحب اپنے پیرومرشد سے ضرور ہی صلاح ومشورہ لے لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد سے منیلا جانے کے بارے میں استفسار کیا استخارہ کیا گیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ضرور جاؤ۔ اس سفر میں کچھ خیر ہے۔ عبداللہ عرب نے مجھ کو خط لکھا کہ تُو بھی منیلا چل۔ میں انگریزی نہیں جانتا اور ویب صاحب اُردو نہیں جانتے۔ ایک مترجم ضروری ہے اور ایک نومسلم سے ملنا ہے نہ معلوم اس بیچارہ کو دین اسلام کے بارہ میں کیا کچھ پوچھنے کی حاجت ہو۔ میں اس زمانہ میں کٹک میں تھا۔ کلکتہ میں حاجی صاحب میرا بہت انتظار کرتے رہے۔ مسلمانان کٹک نے مجھ کو بہت جلد رخصت نہ دی آخر وہ ایک یوریشین نومسلم کو لیکر منیلا چلے گئے اس سفر میں حاجی صاحب کا ہزار روپیہ سے بالا صرف ہوا۔ ویب صاحب سے ملاقات ہوئی۔ یہ بات طے پائی کہ ویب صاحب سفارت کے عہدہ سے استعفیٰ داخل کریں اور اشاعت اسلام کے لئے حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ جمع کریں۔ حاجی صاحب نے ہندوستان واپس آکر مجھ سے ملاقات کی اور میرے ذریعہ سے ایک جلسہ حیدرآباد میں قائم ہوا۔ جس میں چھ ہزار چندہ بھی جمع ہوا لیکن میں نے حاجی صاحب سے یہ کہہ دیا کہ ابھی ویب صاحب کو عہدہ سے علیحدہ ہونے کو نہ لکھو۔ جب تک چندہ پورا جمع نہ ہولے۔ حاجی صاحب نے اپنے جوش میں میری نہ سنی اور بمبئی سے تار دیا کہ سب ٹھیک ہے تو نوکری سے استعفیٰ داخل کردو چنانچہ ویب صاحب ہندوستان آئے۔ میں بمبئی سے ساتھ ہوا۔ بمبئی، پونہ، حیدرآباد میں

ویب صاحب نے مجھ سے کہا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا مجھ پر بڑا احسان ہے، انہی کی وجہ سے میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مرزا صاحب کی بدنامی وغیرہ کا جو قصہ میں نے سنا تھا ان کو سنایا۔ ویب صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو ایک خط لکھوایا۔ جس کا جواب آٹھ صفحہ کا حضرت نے لکھ کر بھیجا اور مجھ کو لکھا کہ لفظ بہ لفظ ترجمہ کرکے ویب صاحب کو سنا دینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ویب صاحب نہایت شوق وادب کے ساتھ حضرت اقدس کا خط سنتے رہے۔ خط میں حضرت نے اپنے اس دعویٰ کو مع دلیل کے لکھا تھا۔ پنجاب کے علماء کی مخالفت اور عوام میں شورش کا تذکرہ تھا۔ حضرت نے یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو بھی تم سے (یعنی ویب صاحب سے) ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ ویب صاحب حاجی صاحب عبداللہ عرب اور میری ایک کمیٹی ہوئی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ رائے یہ ہوئی کہ مصلحت نہیں ہے کہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان میں چندہ جمع کرنا ہے ایک ایسے بدنام شخص سے ملاقات کرکے اشاعت اسلام کے کام میں نقصان پہونچایا جائے اب اس بد فیصلہ پر افسوس آتا ہے۔ ویب صاحب لاہور گئے تو اسی خیال سے قادیان نہ گئے لیکن بہت بڑے افسوس کی بات یہ ہوئی کہ ایک شخص نے ویب صاحب سے پوچھا کہ آپ قادیان حضرت مرزا صاحب کے پاس کیوں نہیں جاتے تو انہوں نے یہ گستاخانہ جواب دیا کہ قادیان میں کیا رکھا ہوا ہے لوگوں نے ویب صاحب کے اس نامعقول جواب کو حضرت اقدس تک بھی پہنچادیا۔

غرض ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیر کرکے ویب صاحب تو امریکہ جاکر اشاعت اسلام کے کام میں سرگرم ہوگئے۔ دو ماہ تک میں ویب صاحب کے

ساتھ رہا۔ ویبؔ صاحب حقیقت میں آدمی معقول ہے اور اسلام کی سچی محبت اس کے دل میں پیدا ہوگئی ہے ۔مجھ سے جہاں تک ہوسکا ان کے معلومات بڑھانے ، خیالات کج کو درست کرنے اور مسائل ضروری کی تعلیم میں کوشش کی اور شیخ محمد میرا ہی رکھا ہوا نام ہے۔

جیسا میں نے کہا تھا ویسا ہوا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے چندہ کا وعدہ تو کیا تھا لیکن ادا ہوتا ہوا کہیں سے نظر نہیں آتا تھا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارا لیکن زود میخ آہنی درسنگ۔

جب حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ کے فراہم نہ ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت سید اشھدالدین صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا۔ معلوم ہوا کہ انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ اشاعت ہورہی ہے ،ان سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہوجائے گا۔ دوسرے دن حاجی صاحب کو پیر صاحب نے خبر دی اس پر حاجی صاحب نے بیان کیا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی علمائے پنجاب و ہند نے تکفیر کی ہے ان سے کیونکر اس بارہ میں کہا جائے اس بات کو سن کر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا اور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور استخارہ کیا۔ خواب میں جناب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے۔ وہ جو کہے وہ کرو۔ صبح کو اُٹھ کر شاہ صاحب نے کہا کہ اب میری حالت یہ ہے میں خود مرزا صاحب کے پاس چلوں گا اور اگر وہ امریکہ جانے کا کہیں تو میں جاؤں گا۔ جب کہ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سنا اور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے تو مناسب نہ سمجھا کہ پیر صاحب خود قادیان جائیں سب نے عرض کیا کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپ کی طرف سے کوئی دوسرے صاحب حضرت مرزا صاحب کے پاس جاسکتے ہیں ۔چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ، عبداللطیف صاحب اور حاجی عبداللہ عرب صاحب قادیان گئے اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے کہ حضرت اقدس اس طرف متوجہ ہوں تاکہ اشاعت اسلام کا کام امریکہ میں عمدگی سے چلنے لگے۔

حاجی عبداللہ عرب صاحب سے مجھ کو ایک اور عجیب بات معلوم ہوئی کہ قسطنطنیہ میں سیّد فضل صاحب ایک باکمال بزرگ رہتے ہیں۔ جن کو سلطان روم بہت پیار کرتے ہیں۔ سید فضل صاحب کے بزرگوں میں ایک شیخ گزرے ہیں (میں ان کا نام وغیرہ آیندہ دریافت کر کے کسی دوسرے رسالہ میں درج کروں گا) جو صاحبِ کشف وکرامات تھے وہ اپنے ملفوظات میں لکھ گئے ہیں کہ آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تو مغربی ملکوں میں ایک بہت بڑی قوم گورے رنگ والی حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی معین و مددگار ہوگی اور وہ سب داخلِ اسلام ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(اخبار بدرؔ نمبر 1 جلد 8 صفحات 2-3)

# اهم اعلان

## سٹوڈنٹ کونسلرز اور کوآرڈینیٹرز متوجہ ہوں

ہمیں جماعت کے ایک Project کیلئے ایسے سٹوڈنٹ کونسلرز اور کوآرڈینیٹرز کی ضرورت ہے جو اس وقت امریکہ کے کسی کالج میں بطورِ کونسلر اور ناظم مالی امداد برائے طلباء فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ برائے مہربانی اس Email پر رابطہ فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

mumtaz@pol.net

جزاک اللہ احسن الجزاء

محمد علی ممتاز

## تقریر برموقعہ جلسہ سالانہ امریکہ 2009

# گھر اور ماحول کو جنت بنانے میں خواتین کا کردار

مبارکہ شاہ

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت 2 میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًاO

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اسکا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

معزز سامعات!

عورت ہر معاشرے کا اہم ترین جزو ہے۔ ہر عورت معاشرے میں کئی اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ بحیثیت بیٹی ہم ہر گھر کی خوشی ہیں، بحیثیت بیوی ہم مردوں کا سہارا ہیں۔ بحیثیت بہو مستقبل کی علمبردار ہیں اور بحیثیت ماں ہم ہر گھر کا بنیادی محور ہیں۔

غرض ہم معاشرے کا بنیادی ستون ہیں۔ اگر یہ ستون ٹیڑھا ہو جائے تو عمارت ڈولنے لگتی ہے۔ اور اگر یہ ستون اپنے مقام سے ہل جائے تو عمارت گرنے لگتی ہے۔ اور اگر یہ ستون مضبوطی سے اپنے مقام پر قائم رہ کر اپنے فرائض صحیح طور پر ادا کرے تو یہ عمارت اس گھر کے مکینوں کے لئے جنت بن جاتی ہے۔

عزیز بہنو! میری آج کی تقریر کا عنوان یہ ہے کہ ہم عورتیں اپنے گھروں کو امن وسکون کا گہوارہ کیسے بنا سکتی ہیں۔ ہم کس طرح اپنے اور اپنے گھر والوں کیلئے اس دُنیا میں جنت پیدا کر کے اگلے جہان کی جنت کی بھی وارث بن سکتی ہیں۔ دُنیا میں بہت سی چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں مگر گھر کی جنت کی کنجی ہمارے ہاتھ میں دی گئی ہے۔

حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عورتوں کے متعلق مردوں کو یہ نصیحت کرنا کہ تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک بہت ہی پُر معارف سمندر ہے جو ایک چھوٹے سے فقرے کے کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ عورت کے اختیار میں ہے کہ قوم کا مستقبل بنائے۔ جس جنت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ آخرت کی جنت ہی نہیں بلکہ اس دنیا کی جنت بھی ہے۔

اسلام نے عورت کو یہ عظیم مقام کیوں دیا؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت نے بنی نوع انسان کی شدید ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ اس نے دنیا کو اچھا گھر بنا کر نمونہ پیش کرنا ہے۔ ہم نے اپنے گھروں کو امن وسکون کا گہوارہ بنا کر ساری دُنیا کو حقیقی جنت کی طرف بلانا ہے۔ کیونکہ آج یہ دُنیا جو مادی ترقی کر کے ایک ہو چکی ہے۔ اس دوڑ میں اپنا امن وسکون کھو چکی ہے۔ وہ جتنا اس امن کو حاصل کرنے کیلئے اپنی دُنیاوی دوڑ میں تیز ہوئے ہیں وہ ان سے اتنا ہی دُور ہوتا جا رہا ہے۔ اس ماحول میں ہم نے اپنے گھروں کو امن وسکون کا گہوارہ کیسے بنانا ہے؟

قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 2 جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے اس میں کامیاب زندگی گزارنے کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا اور اہم ترین اصول اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انسان کی سب سے بڑی خواہش دُنیا میں یہی ہے کہ اس کو سُکھ اور آرام ملے۔ اور اُس کے لئے خداتعالیٰ نے ایک ہی راہ مقرر کی ہے جو تقویٰ کی راہ کہلاتی ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں اسے قرآن کی راہ کہتے ہیں یا اُس کا نام صراطِ مستقیم رکھتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل)

ہم عورتوں کیلئے صراطِ مستقیم کیا ہے؟ یہی کہ ہم اپنی روزمرّہ کی ذمہ داریاں خداتعالیٰ کے حکم کے مطابق ادا کریں۔ ہمارا ہر کام اپنے خدا کو خوش کرنے کیلئے ہو۔ ہم خدا کی محبت میں اس طرح سرشار ہو جائیں کہ ہم اُسکی خاطر ہر قربانی کو خوشی سے قبول کریں۔ پھر ہمارے لئے تقویٰ کی راہوں پر چلنا آسان ہو گا اور ہم اپنے روزمرہ کے فرائض بخوبی انجام دے سکیں گی۔

ان روزمرّہ کے فرائض میں سب سے اہم کام بچوں کو پالنا اور انکی تربیت کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہم عورتوں سے یہ عہد لیا گیا ہے کہ:

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ

کہ ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی یہ انتہائی معنی خیز بات ہے۔ کون ماں ہے جو اپنی اولاد کو قتل کرتی ہے؟ وہ ماں جو ہر قسم کی تکالیف اٹھا کر بچہ پیدا کرتی ہے۔ وہ ماں جو اپنے تمام آرام و آسائش بچے کی پرورش میں ترک کر دیتی ہے۔ وہ ماں جو اپنے نفس کو قربان کر کے بچے کی محبت میں غرق ہو کر اُسے پروان چڑھاتی ہے۔ یہ قرآن مجید نے کیا معنی خیز بات کہی ہے کہ اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان معانی کو اسطرح کھولا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہیں کرتی اور اپنے عمل سے برے اور اچھے کی تمیز نہیں بتاتی تو اُس کا بچہ غلط عادات مثلاً جھوٹ، چوری، چغلی اور بدظنّی سیکھے گا۔ نہ صرف وہ خود تباہ ہوگا بلکہ جن لوگوں سے اُس کا واسطہ پڑے گا یا جس سوسائٹی میں رہے گا تو اُس کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ تو وہ سوسائٹی اُسے کاٹ کر پھینک دے گی۔ آپ نے وہ واقعہ تو سنا ہوگا کہ جھوٹ اور چوری نے جب ایک شخص کو بڑا مجرم بنا دیا تو جج نے اُسے موت کی سزا دی۔ اس مجرم نے اپنی آخری خواہش ماں سے ملنے کی ظاہر کی۔ اور جب ماں سے ملا تو بظاہر پیار کرنے میں اس کی زبان کاٹ کر رکھ دی کہ اگر میری یہ ماں جھوٹ نہ بولتی اور مجھے برائیوں سے روکتی تو آج میں موت کے منہ میں نہ جاتا۔

بعض دفعہ مائیں بچوں کو ٹالنے کی خاطر جھوٹ بولنا برا نہیں سمجھتیں۔ مگر ایسی مائیں ان کی جڑوں میں جھوٹ کا پانی ڈال رہی ہوتی ہیں وہ نہیں جانتیں کہ وہ اپنے بچے کا مستقبل خود اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہی ہیں۔ اسی طرح وہ ماں جو صرف محبت دیتی ہے اور کوئی نظم و ضبط نہیں کرتی اور ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالتی تو ایسی محبتیں فائدہ کی بجائے بچہ کو نقصان پہنچا رہی ہوتی ہیں۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بچوں پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ وہ مائیں جو اپنے گھر اور بچوں سے غافل دُنیا کی دلچسپیوں میں مشغول ہیں تو اُن کے بچے بھی بڑے ہو کر ماؤں کی طرح خودغرض بن جاتے ہیں۔ اس طرح یہ مائیں اپنے بچوں سے گھروں کا امن و سکون چھین لیتی ہیں۔

پھر وہ مائیں جو اپنے خاوندوں کی زیادتی کا ذکر اپنے بچوں سے کرتی ہیں تو وہ انہیں باپ کے نظم و ضبط سے باغی کر دیتی ہیں۔ ایسے بچے پھر معاشرے سے بھی باغی ہو جاتے ہیں۔ یہی بچے جوان ہو کر اپنے گھروں میں بھی اسی ظلم کو جاری رکھتے ہیں اسطرح تلخیوں کا یہ دَور چلتا ہی رہتا ہے۔ اسطرح اس بدنصیب ماں نے اپنے خاوند کی زیادتی کا بدلہ اپنی بہو سے لیا۔ بلکہ حقیقت میں اپنے بچے کے گھر کا سکون تباہ کر کے اپنے بچے سے ہی لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

''وہ ماں جو بچے کو صرف پیار ہی نہیں دیتی بلکہ شروع سے ہی اُس کے اندر انصاف پیدا کرتی ہے۔ اسکے اندر توازن پیدا کرتی ہے۔ وہ حقیقت میں مستقبل کیلئے ایک جنت پیدا کر رہی ہوتی ہے۔''

یہی بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو ان سے نئے خاندانوں کا آغاز ہوتا ہے۔ رشتے جوڑنے یا توڑنے میں خواتین سب سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ رشتہ کی تلاش میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں واضح ہدایت دی ہے کہ نیکی اور تقویٰ کو باقی تمام چیزوں مثلاً خوبصورتی مال و دولت یا خاندان یا حسب نسب پر بہت فوقیت دیں۔ اسطرح ہم ایک دائمی جنت کی بنیاد رکھیں گے۔

اسلام جو مکمل اور خوبصورت ترین مذہب ہے۔ رشتہ کے معاملہ میں بھی ہماری مکمل ترین راہنمائی کرتا ہے۔ ایک موقعہ پر ایک عورت اپنی شادی کے متعلق مشورہ کی غرض سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا فلاں سے شادی کا مشورہ

مَیں نہیں دیتا کہ وہ مفلس ہے اور تنگ دست ہے اور تمہارے اخراجات برداشت نہیں کر سکے گا۔ اور نہ میں فلاں شخص سے شادی کا مشورہ دے سکتا ہوں کیونکہ اسکے ہاتھ کا ڈنڈا ہر وقت ہی اُٹھا رہتا ہے۔ ہاں فلاں شخص سے شادی کرلو وہ تمہارے مناسبِ حال ہے۔ اسطرح ہمارے پیارے آقا نے نیکی اور تقویٰ کے بعد ہم کفو ہونے کا سنہری اصول سمجھا دیا۔ نکاح کی جو آیات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اُن میں سے ایک قُولُوا قَولًا سَدِيدًا یعنی سچی اور پکی بات کرو۔ کا حکم رکھتی ہے۔ ہر رشتہ کی بنیاد سچائی سے شروع ہو اور بات مضبوط اصلاح اور نیکی پر مبنی ہو۔ اسی ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میاں بیوی کا تعلق ایک گھنٹہ کا نہیں ساری عمر کا ہوتا ہے۔ ساری عمر کا نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں قیامت تک کا ہے کیونکہ اس تعلق کا اثر نسل در نسل چلنے والا ہے۔''

(خطباتِ محمود)

اسی اہمیت کے تحت قرآن مجید کے تقویٰ، قولِ سدید اور عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (4:2) کے بامعنی الفاظ کو خطبہ نکاح میں شامل کر کے ہمارے آقا نے ہمیں رشتہ کو کامیاب بنانے کے بنیادی اصول سمجھا دیئے۔ ان آیات کے معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔ دیکھو اب نکاح کے بعد تمہاری ایک دوسرے سے رشتہ داریاں ہونگیں اور تم ایک دوسرے کے رقیب بننا چاہو گے اور کہو گے کہ فلاں نے یہ کیوں کہا اور فلاں نے وہ کیوں کہا اور تم اس بات کو بھول جاؤ گے کہ تم محض ایک انعکاس اور تصویر ہو اور اصل نگران تم نہیں بلکہ اصل نگران خدا ہے۔''

(خطباتِ محمود)

ان آیات میں ہمارے لئے سب سے بڑی نصیحت یہی ہے کہ جب رشتوں کے تعلق میں ہمارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتیں ہوں تو پھر ہم شیطان والے تکبر سے بچیں اور ہر لحہ یاد رکھیں کہ وہ خدا ہم پر نگران ہے۔

رشتہ کرتے وقت ہم میں جو معاشرتی کمزوریاں پائی جاتی ہیں انکی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لڑکے والے جب پیغام بھیجتے ہیں تو لڑکے کی تعریف میں بے انتہا اضافہ کر دیتے ہیں۔ اور لڑکی والوں کے سامنے عاجزی دکھاتے ہیں۔ مگر اُدھر شادی ہوئی اور ساتھ ہی سسرال والے دشمن لگنے لگے۔ لڑکی پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو الگ لڑکی کے والدین کو بھی اپنا مطیع و غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اِدھر لڑکی والوں کا بھی یہی حال ہے۔ اُس کے حسن و جمال، قابلیت اور اخلاقی خوبیوں پر لڑکی کو ایسے پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے بہتر دُنیا میں کوئی اور لڑکی انہیں مل ہی نہیں سکتی۔ اسلام نے اسی لئے قولِ سدید پر زور دیا ہے کہ ایسی باتیں چُھپی نہیں رہ سکتیں۔ اور دھوکے کے بدنتائج ضرور سامنے آتے ہیں۔ جو پھر گھروں کا سکون چھین لیتے ہیں۔

رشتہ کے سلسلہ میں ایک اور کمزوری کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے توجہ دلائی اور فرمایا کہ بعض مائیں رشتہ کرتے وقت لڑکی کی تعلیم پر بہت زور دیتی ہیں۔ انکی نیت یہ ہوتی ہے کہ ایسی بیٹی گھر میں آئے جس کی تعلیم اُسکے لئے روزی کمانے کا ذریعہ بن سکے۔ چنانچہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ مل کر روزی کمائے اور جو کچھ کمائے وہ ہمارے سپرد کر دے۔ اِن بنیادوں پر بنے گھروں میں امن وسکون کیسے مل سکتا ہے؟ ہمارے معاشرے کی ایک اور کمزوری دکھاوا ہے جسکے خوفناک اثرات پورے خاندان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک احمدی شخص حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بچی کی شادی کیلئے اُدھار مانگا۔ آپ نے فرمایا اسلامی طریق پر شادی کرو تمہیں اُدھار کی کیا ضرورت؟ کہنے لگا آپ برادری کے سامنے میری ناک کٹوا دیں گے۔ حضور نے فرمایا ناک تو تمہاری اسوقت کٹ گئی جب تم نے اُدھار مانگا۔

اسی ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فضول رسمیں قوم کی گردن میں زنجیریں اور طوق ہوتے ہیں جو اُسے ذلت اور ادبار کے گڑھے میں گرا دیتے ہیں۔ اسلام اِن سے منع کرتا ہے اور اعتدال سکھاتا ہے۔''

(خطباتِ محمود)

بعض دفعہ شادی کے معاملات میں سسرال والے زیور، کپڑے یا اور چیزوں کیلئے ناجائز مطالبات کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 1931 کے ایک اعلانِ نکاح میں ایسی باتوں سے سخت نفرت کا اظہار فرمایا اور کہا کہ آئیندہ میں کوئی ایسا نکاح نہیں پڑھوں گا جہاں مجھے علم ہو جائے کہ اس

قسم کی شرط یا مطالبہ کیا گیا ہے۔
بعض جاہل گھرانوں میں بہوؤں پر سخت نقطہ چینی کی جاتی ہے۔ انکی ہر چھوٹی سے چھوٹی کمزوری کو پکڑا جاتا ہے۔ اور افسوس کی بات یہ کہ یہ سب کچھ کرنے والی عموماً ایک عورت ہی ہوتی ہے۔ وہی ماں جو بڑے شوق سے بہو بیاہ کر لاتی ہے وہی پھر اُسکی زندگی اجیرن کر دیتی ہے۔ لیکن وہ نادان نہیں سمجھتی کہ اسطرح اُس نے اپنے بیٹے کی زندگی تلخ کر دی جس کا گھر نہ بس سکا۔ گھروں کو امن وسکون کی آماجگاہ بنانے کیلئے ایک اور اہم بات کا حکم قرآن مجید کی جس آیت کی میں نے تلاوت کی ہے اسمیں دیا گیا ہے وہ ہے رحمی رشتوں کے تقاضوں کو پورا کرنا۔ قرآن مجید میں بارہا اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بعض لڑکی والے شادی سے پہلے ہی مطالبہ شروع کر دیتے ہیں کہ لڑکا اپنے والدین سے الگ رہے اور بعض لڑکے والے بلا ضرورت بیٹے اور بہو پر بوجھ ڈالتے ہیں کہ وہ اُن کے ساتھ رہیں۔ 25 جون 1925 کے ایک خطبہ نکاح میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہاں تک درست ہے کہ علیحدہ مکان ہو اور شریعت کا حکم ہے کہ چونکہ وہ نوجوان ہیں اور انہیں بے تکلفی کی ضرورت ہے مگر بعض بہوئیں یہاں تک کرتی ہیں کہ شہر تک چھڑا دیتی ہیں۔ حالانکہ میاں بیوی کو حق ہے کہ علیحدہ رہیں مگر یہ نہیں کہ بزرگوں کی نگرانی سے نکل جائیں۔''

(خطباتِ محمود)

اسلام ایسا مکمل مذہب ہے کہ اس نے ہر انسان کے مکمل حقوق کا خیال رکھا ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت کا بارہا حکم دیا ہے۔ اس لئے نہ تو بہو کو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے چھڑائیں اور نہ ہی بہوئیں اپنے خاوند کو اُس کے والدین اور عزیز واقارب سے دُور کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تم رحمی رشتوں کو کاٹو گے تو تم خدا کے رحم سے بھی کاٹے جاؤ گے کیونکہ وہ خدا ہم پر نگران ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ ہم کیا کرتے ہیں ہم دُنیا کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں اپنے نفس کو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر ہم خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

ان رحمی رشتوں کو توڑنے اور جوڑنے میں مُنہ کی کہی ہوئی باتیں گھروں کے سکون چھین لیتی ہیں۔ آپ نے یہ حدیث کئی بار سنی ہوگی کہ غیبت کرنا مُردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ باتیں کرنے کا چسکا اتنا برا ہے کہ جہاں دو چار عورتیں اکٹھی ہوں فوراً اس غلطی کا شکار ہو جاتی ہیں اور آپ جانتی ہیں کہ اکثر فتنے کا موجب چغلی اور بدظنی ہے۔ ہم میں سے اکثر بہت جلد بدظنی میں بھی مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اسکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''بدظنی ایسا مرض ہے اور ایسی بُری بلا ہے جو انسان کو اندھا کر کے ہلاکت کے ایک تاریک کنوئیں میں گرا دیتی ہے۔ بدظنی ہی تو ہے جو لوگوں کو خدا تعالیٰ کی صفاتِ خلق، رحم، رزّاقیت وغیرہ سے معطّل کر کے نعوذ باللہ ایک فردِ معطّل اور بے کار شئے بنا دیتی ہے۔ الغرض اس بدظنی کے باعث جہنم کا ایک بڑا حصہ اگر کہوں سارا حصہ بھر جائے گا تو مبالغہ نہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل)

میری بہنو! ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا۔ ہمیں ان برائیوں کو چھوڑنا ہوگا۔ آج ہم مل کر عہد کریں تو یہ کام اگرچہ مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس اسلام کی خوبصورت تعلیم ہماری راہنمائی کیلئے موجود ہے۔ ہمارے پاس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے بہترین نمونے ہیں۔ وہ عظیم خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے گھر میں امن وسکون کی جنت پیدا کی۔ اس نازونعم کی پلی خاتون نے حضور کے ساتھ انتہائی تکلیف اور مشقت کا زمانہ اسطرح وفاداری، ایثار اور محبت کے ساتھ گزارا کہ حضور اُسے تا زندگی نہ بھلا سکے۔ جسے دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو بھی رشک آتا تھا۔ ایسی ہی خدیجہ کا نمونہ ہم نے اس زمانہ میں حرم مسیح موعود علیہ السلام میں دیکھا ہے۔ اُسی نمونے کی قربانیاں دے کر اس روحانی ملکہ نے بھی ہمارے پیارے مسیح علیہ السلام کے گھر کو جنت نما بنا دیا۔ جس سے اُنکی اولاد کے گھر بھی جنت کے نمونے بنے۔ بلکہ آپ نے قادیان کے گھر گھر جا کر عورتوں کو جنت بنانے کے ڈھنگ سکھائے۔ جس سے بے شمار احمدیوں کے گھر جنت نما ہو گئے۔ آج ہم میں بہت سی ایسے ہی گھروں کی اولادیں یہاں موجود ہیں۔ اب ہم نے اپنا جائزہ لینا ہے کہ کیا ہم بھی وہی جنت اپنے بچوں کو دے رہی ہیں؟

ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم خلافت کی نئی صدی میں خلیفہء وقت کا ہاتھ پکڑ کر داخل ہوئی ہیں۔ ہم نے خلیفہء وقت سے وعدہ کیا ہے کہ ہم انکی دکھائی ہوئی روشنی میں اُنکے پیچھے چلتی رہیں گی اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم خواتین اپنے گھروں کو جنت کا گہوارہ بنا کر اپنے مکینوں کو دونوں جہان کی جنت کا وارث بنا دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆=====☆

# محبت الٰہی اور اس کے حصول کے ذرائع

مظفّر احمد درّانی، مربی سلسلہ

کوئی رسول نہیں آیا جس کا راز خدا تعالیٰ سے نہیں ہوتا۔ اسی راز کو چھپانے کی خواہش اس کے اندر ہوتی ہے۔ مگر معشوق خود اس کو فاش کرنے پر جبر کرتا ہے۔ اور جس بات کو وہ نہیں چاہتے وہی ان کو ملتی ہے جو چاہتے ہیں ان کو ملتا نہیں اور جو نہیں چاہتے ان کو جبراً ملتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 ص 34-35)

## محبت الٰہی کے حصول کے ذرائع

محبتِ الٰہی کے حصول کے کئی ذرائع ہیں جنہیں انسان اختیار کر کے کامیاب ہوسکتا ہے۔ جن پر دوام ضروری ہے۔ اور انہیں پر عمل پیرا ہونا محبتِ الٰہی کی علامت بن جایا کرتا ہے۔ ان میں سے چند ایک ذیل میں تحریر ہیں۔

## حصولِ محبت کے لئے دعا

آنحضرت ﷺ جو دل کی گہرائیوں سے محبتِ الٰہی کے حصول کے طلبگار بلکہ خدا کے محبّ و محبوب تھے اس غرض کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کو نبی داؤدؑ کی یہ دعا نہ صرف بہت پسند تھی بلکہ آپ نے اسے اپنی امت کے پڑھنے کے لئے بھی پسند فرمایا۔

اللھم انّی أسئلک حبک و حب من یّحبک والعمل اللذی یبلغنی حبک اللھم اجعل حبک احب الیّ من نفسی و اھلی ومن الماء البارد

(جامع ترمذی ابواب الدعوات باب دعاء داؤد)

یعنی اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ اور ان لوگوں کی محبت جو تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے خدا! ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

## حصولِ محبت کی کوشش

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان کوشش اور جستجو کرے تب اسی کے فضل اور رہنمائی سے محبتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا

یعنی جو لوگ ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کو ضرور اپنے راستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔

## حصولِ محبت میں ابتداء

عن انسؓ عن النبیؐ فیما یروی عن ربہٖ عز و جل قال اذاتقرّب العبد الیّ شبراً تقربت الیہ ذراعا واذا تقرب الیّ ذراعاً تقربت الیہ باعاً واذا اتنی یمشی اتیتہ ھرولۃً.

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الذکر)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے بطور حدیث قدسی بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے جاتا ہوں۔

گویا اظہارِ محبت اور اس کے حصول کی کوشش کی ابتداء ہمیشہ انسان کی طرف سے ہونی

چاہیئے پھر اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسے محبت سے بھر دیتا ہے۔

## فرائض ونوافل کی بجا آوری

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ حدیثِ قدسی بیان فرمائی کہ

''میرا قرب حاصل کرنے کے لئے سب سے محبوب ذریعہ فرائض کی بجا آوری ہے۔ اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔''

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

## کامل اطاعتِ رسولؐ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

''اسلام کا خدا کسی پر اپنے فیض کا دروازہ بند نہیں کرتا بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں سے بلا رہا ہے کہ میری طرف آؤ۔ اور جو لوگ پورے زور سے اس کی طرف دوڑتے ہیں ان کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔

سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا۔ اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے پھر بعد اسکے ایک مصفیٰ اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(ال عمران :32)

یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف و گزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے تب زمین پر اس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اسکی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نُور اس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اسکے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اسکو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اسکے دل میں باقی نہیں رہتی، بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ تب خدا جو اسکے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلی کے ساتھ اس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے ایسا ہی خدا ایسے دل پر اترتا ہے اور اس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد نمبر22 ص64 تا 65)

## احسان سے کام لینا

دوسروں سے نیکی اور حسنِ سلوک کرنا اور احسان سے کام لینا انسان کو اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

(البقرۃ آیت:196)

یعنی احسان سے کام لو اللہ احسان کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

## سچی توبہ کرنا

سچی توبہ انسان کو دھو کر پاک و صاف کر دیتی ہے اور وہ نئی روحانی پیدائش کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے جو خدا کو

بہت پسند ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ

(البقرۃ آیت : 223)

یعنی اللہ ان سے جو اس کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں اور سچی توبہ کرتے ہیں یقیناً محبت کرتا ہے۔

## ظاہری و باطنی صفائی کا اہتمام کرنا

اللہ تعالیٰ بہت ہی پاک اور لطیف ذات ہے اس لئے وہ اپنی محبت کا اظہار انہی لوگوں سے کرتا ہے جو ہر طرح کی صفائی کا خیال رکھتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا کہ و یحب المتطھرین یعنی وہ ظاہری و باطنی صفائی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(البقرۃ آیت : 223)

## تقویٰ اختیار کرنا

نیکی اور اچھائی کے لئے تقویٰ ایک اہم شرط ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

چنانچہ محبت الٰہی کے حصول کے لئے بھی تقویٰ بنیادی شرط ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

بلیٰ من اوفیٰ بعھدہ و اتقیٰ فانّ اللہ یحب المتقین

(الِ عمران آیت : 77)

ہاں ہاں جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو اللہ متقیوں سے یقیناً محبت رکھتا ہے۔

## مصیبت پر صبر کرنا

مومنوں کی زندگی میں مصائب و آلام ان کی ترقیات کے لئے ضروری ہیں۔ پس مصائب پر صبر کرنا بھی محبتِ الٰہی کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ

(ال عمران آیت : 147)

یعنی نہ تو وہ اس تکلیف کی وجہ سے جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچی تھی سست ہو گئے اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ انہوں نے (دشمنوں کے سامنے) تذلل اختیار کیا۔ اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

## توکل علی اللہ کرنا

انسان کی زندگی میں اونچ نیچ آتے رہتے ہیں۔ ہر حال میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا اور اسی پر توکل رکھنا انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

(ال عمران آیت : 160)

جب تو کسی بات کا پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر توکل کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

## انصاف کرنا

انصاف بہت بڑی خوبی ہے۔ جس کے نتیجہ میں دنیا میں امن اور شانتی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے انصاف کا قیام محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

(المآئدۃ آیت : 43)

یعنی اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر۔ اللہ یقیناً انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

## عقیدہ کی تصحیح، نیک صحبت، معرفت، صبر، حسنِ ظن اور دعا

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اول تصحیح عقیدہ کرے۔۔۔ مسلمانوں کا وہی خدا ہے جس کو انہوں نے قرآن کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جب تک اس کو شناخت نہ کیا جائے، خدا کے ساتھ کوئی تعلق اور محبت پیدا نہیں ہو سکتی نرے دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔ پس جب عقیدہ کی تصحیح ہو جاوے تو دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ نیک صحبت میں رہ کر اس معرفت کو ترقی دی جاوے اور دعا کے ذریعہ بصیرت مانگی جاوے۔ جس جس قدر معرفت اور بصیرت بڑھتی جاوے گی اسی قدر محبت میں ترقی ہوتی جائے گی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت کے بدوں معرفت ترقی پذیر نہیں ہو سکتی۔ دیکھو انسان ٹین یا لوہے کے ساتھ اس قدر محبت نہیں کرتا جس قدر تانبے کے ساتھ کرتا ہے پھر تانبے کو اس قدر عزیز نہیں رکھتا جتنا چاندی کو رکھتا ہے اور سونے کو اس سے بھی زیادہ

محبوب رکھتا ہے اور ہیرے اور دیگر جواہرات کو اور بھی عزیز رکھتا ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ اس کو ایک معرفت ان دھاتوں کی بابت ملتی ہے جو اس کی محبت کو بڑھاتی ہے پس اصل بات یہی ہے کہ محبت میں ترقی اور قدر و قیمت میں زیادتی کی وجہ معرفت ہی ہے۔ اس سے پیشتر کہ انسان سرور اور لذت کا خواہش مند ہو اس کو ضروری ہے کہ وہ معرفت حاصل کرے۔ لیکن سب سے ضروری امر جس پر ان سب باتوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ وہ صبر اور حسن ظن ہے جبتک ایک حیران کر دینے والا صبر نہ ہو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ جب انسان محض حق جوئی کے لیے تھکا نہ دینے والے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی اور مجاہدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کے موافق اس پر ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(العنکبوت:70)

یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر سعی اور مجاہدہ کرتے ہیں آخر ہم ان کی اپنی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

ان پر دروازے کھولے جاتے ہیں یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتے ہیں وہ پاتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے

''اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست''

(ملفوظات جلد اول ص 461 ، ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

# جانثارانِ احمدیت کے نام

محمد ظفر اللہ خان، فلاڈلفیا

اے گروہِ عاشقانِ کردگار — اے شہیدانِ راہِ پروردگار

جانثارانِ خمِ زلفِ نگار — تم سے عالم میں ہوا حق آشکار

ہوگیا آخر تمہارے خون سے — جوہرِ انسانیت پھر تابدار

'زیرِ ایں موت است پنہاں صد حیات — زندگی خواہی بخور جامِ ممات!'

دیکھو اُس یارِ ازل نے کیا کیا — اجر کیسا اس شجاعت کا دیا

شہد روحانی سے سینہ بھر دیا — تم کو ہمدوشِ ثریا کردیا

پھر زمستاں میں چلی بادِ بہار — گونج اُٹھا روح میں پیغامِ یار

'خشک مغز و خشک تار و خشک پوست — از کجا می آید ایں آواز دوست'

کر دیا اُس نے ہر آلائش سے دُور — بھر دیا اک ذرّہَ بے کس میں نور

اب دلوں میں خوف پل سکتا نہیں — یاس و غم کا وار چل سکتا نہیں

ہوگئی سایہ فگن اس کی نظر — کیسے اُٹھے تم پہ ظالم کی تبر

'تُخمِ دیں ہست ایں فنا را کاشتن — وز سرِ ہستی قدم برداشتن'

# میجر ڈاکٹر محمود احمد شہید

## بیگم بلقیس احمد

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہء پارینہ را

حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ چند بھولی بسری یادیں اور تأثرات سپردِ قلم کر رہی ہوں۔

**وما توفیقی الا باللہ۔**

میں اپنے شوہر نامدار محمود احمد شہید کے تعلق سے کیا یادیں لکھ سکتی ہوں۔ ہماری شادی کا بھی کوئی عرصہ تھا۔ بس یہی کوئی پونے تین سال۔ اس قلیل عرصہ میں بھی مجھے اُن کی رفاقت بہت کم نصیب ہوئی۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد آپ نے فوج سے فراغت لے لی۔ اس کے بعد نئے مستقبل کی تلاش، تقسیمِ ہندوستان کی ہنگامہ خیزیاں، فسادات، رہائش اور مستقر کی تگ و دَو نے مجھے موقعہ ہی نہ دیا کہ کچھ یادیں سمیٹ لیتی۔

میری شادی 25 نومبر 1945 میں ہوئی۔ اور میرے شوہر کی شہادت 17 اگست 1948 کو ہوئی۔ اس پونے تین سال کے قلیل عرصہ میں بھی ان کا زیادہ وقت باہر کی مصروفیات میں گزرا

حیف در چشمِ زدن صحبت یار آخر شد
بوئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

اتنا عرصہ گزر گیا ہے، میری کٹھن زندگی کی شام آچکی ہے۔ اُن کی شہادت کا دن اور اُن سے وابستہ لمحات ہمہ وقت ذہن میں گھومتے رہتے ہیں۔ میری تمام زندگی شہید مرحوم کی دو نشانیوں کی پرورش اور دُنیا کی بے رُخی کے گرد گھومتی رہی۔

میں نے بارہا کوشش کی اور ذہن نے زور لگایا کہ اپنے عظیم شہید شوہر کے تعلق سے کچھ یادیں رقم کروں لیکن یہ بھی خیال آیا کہ ایک 23 سالہ بیوہ کی اس کاوش سے یعنی پاکستان جیسے ملک اور معاشرے میں ایک جوان بیوہ کا غم، دو بچوں کی پرورش، کٹھن مالی حالات، عزیزوں اور دنیا کی بے نیازی کی وجہ سے میرے اظہارِ تکلم میں کچھ تلخی نہ آجائے اور یہی تلخی کسی کیلئے تکلیف اور رنج کا باعث نہ بن جائے۔ بس اسی شدّ و مد میں وقت گزرتا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد نے مجھے ہمت دی ہے۔

نصف صدی سے زائد عرصہ بیوگی میں گزر گیا ہے۔ بچے برسرِ روزگار ہو چکے ہیں۔ میں ہر حالت میں راضی برضا رہی۔ کبھی شکایت نہ کی اور نہ اِرادہ ہے۔ مبادا شہید مرحوم کی روح کو کوئی تکلیف ہو۔

میرے شوہر کا تعلق امرتسر کی معروف قاضی فیملی سے ہے۔ آپ حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی مرحومؓ کے پوتے اور محترم قاضی محمد شریف مرحوم کے فرزند، پروفیسر قاضی محمد اسلم (گورنمنٹ کالج لاہور، تعلیم الاسلام کالج ربوہ) کے بھتیجے، قاضی محمد حنیف صاحب (ڈپٹی کلکٹر انہار) کے داماد تھے۔ اس لحاظ سے میری شادی اپنے خاندان میں ہوئی۔

ہمارا آبائی گھر امرتسر میں تھا۔ میری بچپن کی یادیں زیادہ تر احمدیہ جماعت کی مصروفیات اور قادیان کی قربت سے تعلق رکھتی ہیں۔ جماعت کے بزرگوں کی آمد و رفت اکثر جاری رہتی تھی۔ ان بزرگوں میں مندرجہ ذیل کے نام یاد رہ گئے ہیں۔ کیونکہ ہمارے گھر ہی ان بزرگوں کا قیام ہوتا تھا۔

☆.....حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ
☆.....حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ
☆.....حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ
☆.....حضرت خان صاحب مولانا ذوالفقار علی گوہر رضی اللہ عنہ

جلسہ سالانہ ہمارے لئے ایک اہم سنگِ میل کے طور پر ہوتا تھا۔ سارا سال اسکا انتظار کیا جاتا تھا۔ تمام خاندان

کے افراد ڈاکٹر کرم الٰہی مرحوم کے گھر جمع ہوتے تھے۔ اور مکمل بس کرایہ پر لی جاتی تھی۔ اس طرح ساری فیملی اکٹھی قادیان جاتی۔ سارا سامان بس پر چڑھانا، اُتارنا، لنگر سے کھانا لانا وغیرہ یہ سب ڈیوٹیاں تمام عزیز بھائی اور بزرگ مل کر کرتے۔ سنا ہے ان سب کاموں میں میرے شوہر مرحوم سب کا ہاتھ بٹاتے اور ہر ایک کا خیال رکھتے تھے۔

ہمارے گھر میں قرآن مجید کے درس کا انتظام تھا۔ نمازیں باجماعت ادا ہوتی تھیں۔ خصوصی طور پر نمازِ مغرب اور عشاء۔ اسکی وجہ سے نوجوانوں پر اچھا اثر تھا۔ اسی ماحول میں سب کی تربیت ہوئی اور احمدیت زندگی کا محور بن گئی۔

ایک واقعہ کا ہم سب نے گہرا اثر لیا۔ اور ان دنوں کی یاد (جبکہ میں بہت چھوٹی تھی) اب تک تازہ ہے۔ پہلی بار جب ریلوے ٹرین امرتسر سے قادیان کو چلی تو ہمارے ہی گھر میں حضرت اُمِ طاہر صاحبہؓ، حضرت اُمِ ناصر صاحبہؓ، حضرت اُمِّ وسیم صاحبہؓ، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے ایک رات قیام فرمایا۔ اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ نے ان مبارک ہستیوں کی مہمانداری اور تواضع کی سعادت سے نوازا۔ ہمارے گھر کی تمام خواتین اور لڑکوں کو ہمارے چچا ڈاکٹر محمد نیر مرحوم کی ہدایت تھی کہ کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔ جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو فخر، مسرت اور اللہ کے شکر کے جذبات سے سر جھک جاتے ہیں کہ ہمارے خاندان کو یہ اعزاز ملا۔

جب تحریکِ جدید کا آغاز ہوا تو ہمارے خاندان کے نوجوانوں میں اولین میرے شوہر تھے۔ جنہوں نے تحریک جدید کو لبیک کہا اور باقاعدگی سے ہر سال چندہ ادا کرتے رہے۔

شہید مرحوم کی زندگی کے اہم واقعات میں وہ قربانیاں ہیں جو آپ نہایت خندہ پیشانی سے اپنے والدین کے صرف اشارہ ہی سے اپنے دُور و نزدیک کے عزیزوں کیلئے بجالاتے جو چاہے مالی ہوتیں یا کوئی اور۔ اسکے علاوہ بے شمار قربانیاں ہیں جو انہوں نے تقسیم ہندوستان کے وقت پیش کیں۔ تقسیم کے دوران آپ کوئٹہ کی فوج میں تعینات تھے۔ اور وہاں پینشن لیکر فوج سے فارغ ہوئے۔ کوئٹہ کی آب و ہوا آپ کو پسند تھی۔ اسلئے آپ نے وہاں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا۔ امرتسر تو چُھٹ ہی گیا تھا۔ کہیں تو بسنا تھا اُنہوں نے کوئٹہ چُن لیا۔

انہی دنوں میں قادیان فسادات کی زَد میں آ گیا۔ اور ہجرت کا آغاز ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مع اہلِ خاندان لاہور آ گئے۔ اسی طرح باقی قادیان کے لوگ بھی مگر حضرت صاحب کے فیصلہ اور حکم سے 313 درویش قادیان میں رہ گئے۔ حضور نے تین ماہ کے لئے ڈاکٹروں کو تحریک کی کہ درویشوں کے پاس ایک ڈاکٹر کا ہونا بھی لازمی ہے۔ ڈاکٹر میجر محمود احمد شہید نے لبیک کہا اور اپنے سارے کام چھوڑ کر لاہور آ گئے اور قادیان کے لئے تیار ہو گئے۔

میں ان دنوں لائل پور میں اپنے سُسر محترم قاضی محمد شریف کے ہاں اپنے بڑے بیٹے احمد مسعود کی پیدائش کے سلسلہ میں ٹھہری ہوئی تھی۔ میرے شوہر نے لاہور پہنچتے ہی احمدی کیمپوں کا کام سنبھال لیا۔ کیمپوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جماعت احمدیہ کے اور بھی والنٹیئرز تھے۔ آپ نے ہر قسم کی گندگی اُٹھانے سے دریغ نہ کیا۔ خود اپنے ہاتھوں سے نجاست اُٹھا اُٹھا کر گڑھوں میں ڈال کر مٹی سے ڈھک دیتے تھے۔ ٹائیفائیڈ اور ہیضہ کے ٹیکے بڑی کثرت سے لگائے۔ بیٹے کی پیدائش کی اطلاع انہیں لاہور میں ملی۔ چند روز کے بعد بیٹے کو دیکھنے آئے۔ اور دو تین روز قیام کر کے لاہور واپس چلے گئے۔

میری اُمّی مرحومہ (جو ان دنوں لاہور میں تھیں) نے میرے شوہر کو کہا کہ محمود تمہارا بچہ ابھی صرف ایک ہفتہ کا ہے۔ ملک کے حالات بھی بہت سنگین ہیں اپنا ارادہ بدل کیوں نہیں لیتے؟ قادیان بعد میں بھی جا سکتے ہو

آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو موت سے بالکل ڈر نہیں لگتا اور شہادت کا شوق ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا جانشین بھی دے دیا ہے تو میرا حوصلہ اور بڑھ گیا ہے۔

آپ جب لاہور سے قادیان کیلئے روانہ ہوئے تو بٹالہ کے نزدیک اُن کی بس پر ہینڈ گرنیڈ سے حملہ ہوا۔ پھینکنے والا جلدی میں پِن نہیں نکال سکا اس لئے گرنیڈ پھٹنے سے بچ گیا۔

قادیان میں اس وقت بے سروسامانی کا عالم تھا۔ آپکی رہائش اور کلینک کے لئے کوئی علیحدہ جگہ کا انتظام نہیں ہوسکا تھا۔ نور ہسپتال پر ہندوؤں کا قبضہ ہو چکا تھا چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے گھر کے ایک کمرہ میں آپ کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔ وہیں حضرت اماں جانؓ کا بستر بھی اُن کے حصے میں آیا۔ اسی کمرے سے ڈاکٹر صاحب نے اپنا Clinic شروع کیا تھا جو اَب مکمل ہسپتال بن چکا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اخبار الفضل ربوہ میں ڈاکٹر صاحب شہید کا

ذکرِ خیر اس ہسپتال کے متعلق شائع ہوا تھا۔مگر وہ پرچہ میرے پاس پہنچ نہیں سکا۔

قادیان ہی کا واقعہ ہے کہ ایک سکھ میاں بیوی ایک چھ سات سال کی بچی کو ڈاکٹر صاحب کے پاس لیکر آئے اور کہا کہ مہاراج ہم ایک قریبی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے پڑوس کے گاؤں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی وہاں سکھوں نے حملہ کر دیا۔ بہت سے مسلمان مارے گئے اور باقی بارڈر کراس کر گئے ہیں۔ہمیں اُس گاؤں میں یہ بچی روتی ہوئی ملی ہے۔ بھگوان آپ کی کرپا کرے اس بچی کو پاس رکھ لیں۔ شاید اُس کے ماں باپ اسکول جائیں۔ دونوں میاں بیوی نے بچی کے نئے سلے ہوئے کپڑے اور مٹھائی کا ڈبہ ڈاکٹر صاحب کو دیا اور بچی کو پیار کر کے چلے گئے۔خوش قسمتی سے پاکستان سے بازیافتہ خواتین کو لینے وفد آنے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُس بچی کو پاکستان بھجوا دیا۔سنا ہے کہ اس بچی کو اس کے ماں باپ مل گئے تھے۔

میری یاد میں ڈاکٹر صاحب کے مزاج کا انکساری کا پہلو نمایاں ہے۔ بااخلاق، خوش ذوق تھے۔خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے تھے۔ ہمہ وقت دوسروں کی مدد اور خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔

قادیان میں آپ نے ڈیوٹی تین ماہ کیلئے دینی تھی لیکن جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ آپ اگر اور ٹھہر سکتے ہیں تو ٹھہر جائیں تو اس پر بھی لبیک کہا اور تقریباً 8 ماہ قادیان رہ کر آئے۔ پاکستان جون 1948 میں واپس آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ملاقات کیلئے گئے۔آپ کی خدمات سے خوش ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو نہایت خوبصورت سیاہ چُغہ تبرکاً دیا تھا جو کہ میرے پاس اب بھی محفوظ ہے۔

قادیان سے واپس آنے کے بعد کچھ روز لائل پور (حال فیصل آباد) ہمارے ساتھ قیام کیا اور بعد میں کوئٹہ روانہ ہو گئے تا کہ وہاں Clinic اور مناسب رہائش کا انتظام ہو سکے۔

کوئی ایک یا دو ماہ کے عرصہ کے بعد کوئٹہ سے لائل پور آئے ۔ ہمیں اپنے ہمراہ لے کر کوئٹہ چلے گئے۔ 1948 کی گرمیوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کوئٹہ آنے کا ارادہ کیا۔کوئٹہ کی جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔اور بنگلہ حضور کے قیام کیلئے لیا گیا۔حضور کے آنے سے پہلے تمام احباب کے ساتھ مل کر بنگلہ میں صفائی اور دیگر کاموں میں میجر محمود پیش پیش رہے۔ روزانہ کلینک سے وقت نکال کر بنگلہ چلے جاتے۔ جب حضور مع اہل خانہ تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ حضرت اماں جانؓ (ام المؤمنین) بھی آئیں۔

قادیان میں حضرت امان جان مرحومہؓ کا لحاف ڈاکٹر صاحب کو قادیان کے قیام میں استعمال میں دیا گیا تھا۔ (آپ وہ لحاف بطور تبرک قادیان سے لے آئے تھے) شہید مرحوم نے مجھ سے کہا کہ حضرت اماں جانؓ کیلئے خوبصورت لحاف تیار کرواؤ۔ میں حضرت اماں جانؓ کو تحفہ دینا چاہتا ہوں ۔ چنانچہ میں نے لحاف کی تیاری شروع کر دی۔

ڈاکٹر صاحب اکثر شام کو حضرت اماں جانؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو سیر کروانے بھی لے جاتے۔ اور حضرت اماں جانؓ کے ساتھ بے تکلف باتیں کرتے۔ میں خود بھی اپنے بڑے بیٹے احمد مسعود کو لے کر روزانہ بنگلہ جایا کرتی تھی۔ایک دن حضرت اماں جانؓ نے مجھ سے کہا بلقیس تمہارے میاں کے ساتھ سیر کر کے بہت لطف آتا ہے۔اسکی معلومات بہت وسیع ہیں۔تم بہت ہی خوش قسمت ہو۔ڈاکٹر محمود بہت اچھے مزاج اور اخلاق کے انسان ہیں۔ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔

میری بڑی ہمشیرہ معصومہ بیگم (بیگم چوہدری عبدالرشید) بھی ان دنوں میں کوئٹہ میں مقیم تھیں۔وہ کھانا بہت اچھا بناتی تھیں۔سب بیگمات کو کھانے پر میری باجی نے مدعو کیا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت اماں جانؓ بھی تشریف لائی تھیں۔کھانے کی بہت تعریف ہوئی۔ اور یہ بھی مجھے یاد پڑتا ہے کہ اماں جانؓ مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگیں بلقیس اب تم کب بلا رہی ہو۔ میں نے کہا بہت جلدی۔ میری خواہش تھی کہ لحاف تیار ہو جائے تو مدعو کروں تا کہ لحاف پیش کر سکوں۔مگر افسوس میری خوشیوں کے دن تو ختم ہو چکے تھے۔ 17 اگست 1948 کی صبح مجھ کو کبھی نہیں بھول سکتی۔ حسبِ معمول ڈاکٹر صاحب ناشتے کیلئے میز پر بیٹھے ہی تھے کہ مجھے کہنے لگے کہ بلقیس آپ کے پاس کچھ رقم ہے۔کیونکہ مجھے پانچ سو روپے کی فوراً ضرورت ہے۔ دو تین دن میں آپ کو واپس کر دوں گا۔

میں نے سوال کیا کہ اتنی ساری رقم کا کیا کرنا ہے۔ میری طرف دیکھا اور ہنس کر کہنے لگے محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ یہ آپ کا خادم رات مسجد میں صدر صاحب سے وعدہ کر آیا تھا کہ صبح آپکو اتنی رقم مل جائے گی اور اگر یہ رقم آج نہ ادا کی گئی تو مسجد کے ساتھ جو زمین

ہے وہ نہ مل سکے گی۔
میں نے بھی تعمیلِ حکم کی اور پانچ سو روپے ایک رومال میں باندھ کر آپ کو دے دیئے۔ آپ نے ناشتہ ختم کیا رومال جیب میں ڈالا اور کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ ہمارا بڑا بیٹا احمد مسعود (عمر سوا سال) چھوٹا سا ہی تھا۔ وہ بھی انکے ساتھ کار میں جا بیٹھا۔ آپ نے پیار سے اس کو کہا تم امی کے پاس جاؤ میں نے کام پر جانا ہے۔ اور دیر ہو رہی ہے۔ میں نے مسعود کو کار سے نکالا۔ آپ نے کار اسٹارٹ کی اور صدر صاحب کے گھر روانہ ہوگئے۔ ان کو رقم دی اور کلینک چلے آئے۔ دوپہر کو ایک بجے کھانا کھانے آئے اور بہت ہی خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ دو تین بار کہا آج بہت ہی اچھا کام ہوا ہے۔ رقم کا انتظام نہ ہوتا تو ہمارے ہاتھ سے یہ زمین نکل جاتی۔ اور مسجد تنگ رہتی۔ کھانا کھا کر ظہر کی نماز ادا کی، مجھے اور اپنے مسعود کو آخری سلام کیا اور واپس کلینک چلے گئے۔ شام تک کلینک میں کام کرنے کے بعد ایک مریض کو دیکھنے چھاؤنی چلے گئے۔ اسکے لئے شام سات سے آٹھ بجے کی Appointment دی ہوئی تھی۔

آپ کو یہ بھی بتاتی چلوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کوئٹہ میں موجودگی کی وجہ سے جماعت کے خلاف خاصی مخالفت اور عداوت شروع ہوگئی تھی۔ اور روز ہی کچھ نہ کچھ سننے میں آتا تھا۔ ایک روز پہلے کا ذکر ہے کہ ہم سب یعنی ڈاکٹر محمود اور آپکے چچا زاد بھائی اقبال اور میں نے دورانِ گفتگو حالات کے بگڑنے کا ذکر کیا۔ اقبال کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ ڈاکٹر حمید مرحوم جو کہ ان دنوں ریلوے میں ملازم تھے۔ احمدیت کی مخالفت کرنے والے کچھ لوگ اُن کے پاس پہنچے اور ریلوے گراؤنڈ مانگا جلسہ کرنے کیلئے۔ ڈاکٹر حمید صاحب مرحوم نے فساد کے خوف سے گراؤنڈ دینے سے انکار کر دیا۔ ڈاکٹر حمید مرحوم بہت موقع شناس، شریف النفس اور بہت ہی نیک انسان تھے۔ ان مخالف لوگوں نے ڈاکٹر حمید صاحب کو دھمکی دی کہ جلسہ تو ہم کریں گے خواہ تم اجازت دو یا نہ دو۔ اور بعد میں ہم تم سے سمجھ بھی لیں گے۔

شہید مرحوم کلینک سے فارغ ہو کر اپنے چچا زاد بھائی اقبال اور ڈرائیور کے ہمراہ مریض کو دیکھنے چھاؤنی چلے گئے۔ واپسی پر ریلوے گراؤنڈ کے قریب سے گزرے تو تقریروں کی آوازیں آرہی تھیں۔ اقبال سے کہا چلو گراؤنڈ کی طرف۔ سنتے ہیں یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہاں دیکھا کہ ایک آدمی کو پکڑا ہوا ہے۔ اور اسے کئی لوگ مل کر مار رہے ہیں۔ آپ فوراً کار سے باہر اُتر آئے۔ سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ الفضل کے رپورٹر کو پکڑ رکھا ہے اور اُسے مار رہے تھے۔ آپ نے بڑی دلیری سے آگے ہو کر اس کو چھڑایا اور کہنے لگے اسکو مارنے سے آپ کو کیا مل جائے گا۔ میں بھی تو احمدی ہوں۔ آپ لوگ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔ اس پر الفضل کے رپورٹر کو تو ان لوگوں نے چھوڑ دیا۔ آپ نے اس کو سائیکل پر سوار کروایا۔ اور کہا جاؤ۔ فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ آپ ابھی وہیں کھڑے تھے کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر آپ سے کہا ڈاکٹر صاحب آپ بھی فوراً یہاں سے چلے جائیں آپ کی جان کو بھی خطرہ ہے۔ آپ اقبال کے ساتھ کار میں بیٹھے ہی تھے اور کار کا دروازہ ابھی بند بھی نہ ہوا تھا کہ کار پر پتھراؤ شروع ہوگیا۔ کار کے شیشے ٹوٹ گئے۔ آپ نے کار اسٹارٹ کی مگر کار چند گز چل کر رُک گئی۔ ڈرائیور سے کہا ہینڈل لگاؤ۔ ڈرائیور کار سے نکلا مگر خوف سے ہینڈل کیا لگاتا وہ ہینڈل لے کر ہی بھاگ گیا۔ آپ اور اقبال دونوں زخمی ہو رہے تھے۔ کہ ایک بڑا پتھر آپ کے بازو پر لگا۔ آپ نے اقبال سے کہا کہ میرا بازو ٹوٹ گیا ہے یہ لو رومال اگر میرے بازو پر باندھ سکتے ہو تو باندھ دو اور چلو کار سے نکل کر بھاگتے ہیں۔ شاید بچ جائیں۔ کلینک کی چابیاں بھی اقبال کو دیں اور کہا اقبال اگر بچ کر نکل سکتے ہو تو کسی طرف چلے جاؤ۔ مجھے تو یہ لوگ اب نہیں چھوڑیں گے۔ اقبال بھاگتے ہوئے ایک کھڈ کے اندر گر گیا اور وَہیں چُھپ گیا۔ ڈاکٹر صاحب ریلوے کوارٹروں کی طرف بھاگے۔ ایک کوارٹر کے دروازے پر ہاتھ مارا لیکن وہ بند تھا۔ چونکہ بہت زخمی ہو چکے تھے بھاگ بھی نہ سکتے تھے۔ اور ایک ہجوم تھا جو انکے پیچھے چلا آرہا تھا۔ آپ دوسری طرف ہوئے ہی تھے کہ ایک آدمی نے آپکو پکڑ کر گرا لیا۔ اور خنجر کے کئی وار کرتا گیا۔ جسم کا سارا خون بہہ چکا تھا اور آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کا کوٹ اور گھڑی اُتار لی گئی۔ مگر انگوٹھی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی شاید ان ظالموں کو نظر ہی نہ آئی اور پھر انہی ظالموں کے گروہ میں سے ایک شخص بولا اوہو یہ ڈاکٹر حمید تو نہیں یہ تو ڈاکٹر محمود ہے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔ کوارٹروں کے مکینوں کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے مُنہ سے استغفراللہ سنا اور اسکے بعد آپ خاموش ہوگئے۔ انہوں نے ہی پولیس کو

اطلاع دی یہ سب تفاصیل شروع کی عزیز اقبال سے اور باقی بعد میں حاصل ہوئیں، واللہ اعلم۔

جسٹس محمد منیر کی تحقیقاتی رپورٹ 1953 کے مطابق ان کے جسم پر پتھر اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے ہوئے 26 زخم تھے اور سارے جسم کا خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ٹورانٹو کے عیسیٰ جان خان جو کہ اب وفات پا چکے ہیں نے اس سارے واقعہ کی تصدیق کی تھی۔ آپ کوئٹہ کے رہنے والے تھے اور اُس وقت کوئٹہ میں ہی تھے۔

ڈاکٹر صاحب ساڑھے آٹھ بجے تک گھر آ جایا کرتے تھے۔ میں انتظار میں تھی، گیارہ بج چکے تھے۔ سخت پریشان تھی۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ بچہ بھی سو گیا تھا۔ میں نے دو تین بار کھانا گرم کیا خود کھانے کی کوشش کی۔ نماز پڑھنے کی کوشش مگر نماز بھول جاتی رہی نہ کچھ کھا سکی اور نہ نماز ادا کر سکی۔ بارہ بجے کے لگ بھگ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی اور عزیز اقبال بے حد گھبرایا ہوا نظر آیا۔ مُنہ پر چوٹیں آئی ہوئی تھیں۔ ایک دم گھبراہٹ میں مجھ سے پوچھنے لگا بھائی جان آ گئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں اور گھبراہٹ میں بے شمار سوال کر ڈالے۔ کہاں ہیں؟ کدھر ہیں، کہاں رہ گئے؟ اقبال تسلی دینے لگا۔ میں نے اقبال کو لٹایا اور اسے پانی دے رہی تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دیکھا کہ پولیس کے دو آدمی دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھ سے بڑے اکھڑ لہجے میں کہنے لگے کہ ڈاکٹر محمود کو بلوائیوں نے مار دیا ہے۔ میری آنکھوں میں اندھیرا سا آیا اور میں مکمل سناٹے میں آ گئی۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ اقبال سمجھ گیا، گرتا پڑتا دروازے تک پہنچا، اُن سے کہا اچھا اور دروازہ بند کر دیا۔ اسطرح ڈاکٹر صاحب اور میری رفاقت کے پونے تین سال ختم ہو گئے اور بقیہ زندگی کا آزمائشوں سے بھرپور کٹھن دَور شروع ہو گیا۔

صبح تک یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مع اہل خاندان ہمارے گھر آئے اور تعزیت کی۔ حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ بیٹی ہو یا بیٹا یہ تو اللہ کی دین ہے لیکن دوسرا بچہ اگر بیٹا ہوا تو اسکا نام اسکے باپ کے نام پر ہی رکھنا۔ چنانچہ ہمارے دوسرے بیٹے کا نام احمد محمود رکھا گیا جو اس المناک واقعے کے 5 ماہ بعد پیدا ہوا۔ پہلے بیٹے کا نام احمد مسعود ہے۔ میرے دونوں بیٹوں کے نام حضرت اماں جانؓ نے رکھے ہیں۔ میری فرمائش پر نہیں بلکہ اپنے پیار کی وجہ سے۔

19 اگست کو شہر میں غالباً کرفیو لگ گیا۔ اسی دن بھاری پولیس کی نگرانی میں ڈاکٹر محمود شہید کو امانتاً کوئٹہ میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، خود آپ کو لحد میں اُتارا اور دعا کروائی۔

ان دنوں پنجاب میں شدید سیلاب آیا ہوا تھا۔ لاہور، لائلپور سے کوئی عزیز نہ پہنچ سکے۔ حضورؓ کا خاندان اور ساری کوئٹہ کی جماعت شریکِ غم رہی۔ البتہ میرے بڑے بہنوئی چوہدری عبدالرشید مرحوم اور میری باجی معصومہ جو کہ اس وقت کوئٹہ میں موجود تھے انہوں نے سارا بوجھ اپنے کندھوں پر لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے اور جزا سے نوازے، آمین۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 21 اگست 1948 کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ ''یہ حملہ جو ڈاکٹر محمود پر کیا گیا ہے حقیقتاً یہ حملہ احمدیت پر ہے۔''

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 30 اپریل 1999 کے خطبہ جمعہ میں فرمایا ''خلافتِ ثانیہ کے دَور کی ایک قربانی جو 1948 میں ہوئی اسکا ذکر کرتا ہوں۔ ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب، امرتسر کی مشہور احمدی فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ قاضی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ انجینئر لائلپور کے صاحبزادے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بہت متدین نوجوان تھے۔ انہوں نے قادیان میں بھی درویشی کے ایام کاٹے ہیں اور وہاں اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ زمانہء درویشی کے ابتدائی ایام نہایت وفا شعاری سے قادیان میں گزارے اور گراں قدر طبّی خدمت بجالاتے رہے۔'' آپ نے جسٹس منیر تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ سے اقتباس بھی پڑھے جو کہ اس واقعہ کے متعلق لکھے گئے۔

''کوئی شخص اس اسلامی شجاعت کے کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہیں ہوا اور بے شمار عینی شاہدوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں نکلا جو ان غازیوں کی نشاندہی کر سکتا یا کرنے کا خواہشمند ہوتا جس سے یہ بہادرانہ فعل صادر ہوا۔ لہٰذا اصل مجرم شناخت نہیں کئے جا سکے اور مقدمہ بے سراغ داخل دفتر کر دیا گیا۔''

اس المناک واقعے کے وقت میری عمر صرف 23 سال تھی۔ میری کل پونجی 175 روپے، کچھ زیور اور گھر کا تھوڑا سا سامان تھا۔ بڑا بیٹا احمد مسعود سوا سال کا تھا اور احمد محمود کی پیدائش 5 ماہ بعد ہونی تھی۔ میری امی سخت پریشان تھیں کہ میرا گزارہ کیسے ہوگا۔ اور زندگی کیسے

گزرے گی۔ میری تعلیم نامکمل تھی۔ کوئی اثاثہ نہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب شہید کی آرمی میں کل ملازمت تین سال کی تھی جو کچھ جمع کیا تھا وہ شادی میں خرچ کر دیا۔ میں تقریباً دو سال اپنے بچوں کے ساتھ اُن کے دادا جان اور دادی جان کے ساتھ لائل پور میں رہی مگر میں وہاں کب تک رہ سکتی تھی۔ میرے سُسر ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور مجھے خود بھی کچھ کرنا تھا۔

آخر فیصلہ ہوا کہ میں اپنے چھوٹے بھائی رفعت محمود کے پاس لاہور چلی جاؤں۔ عزیز رفعت کی ملازمت کا آغاز تھا۔ کچھ عرصہ ہی ہوا تھا۔ اسسٹنٹ انجینیئر تھے۔ آزمائشیں اور ساری مشکلات میرے عزیز بھائی پر آپڑیں۔ کہیں سے کسی مالی امداد کی نہ تو توقع تھی اور نہ ہی کسی نے پوچھا؟ ڈیڑھ سو کے اثاثے میں کل آٹھ روپے بچے تھے۔ یہ آٹھ روپے کے سکے ابھی تک شہید مرحوم کی کل جائیداد میرے پاس محفوظ ہے۔

ان حالات میں میرے بھائی نے ہم سب کو سنبھالا۔ میری امی جی میرے دونوں بچے اور میں ہم سب اپنے چھوٹے بھائی کی سرپرستی میں آگئے۔ میں نے پبلک ہیلتھ نرسنگ کا کورس مکمل کیا اور پبلک ہیلتھ نرسنگ سکول میں ایک سو روپیہ فی مہینہ کی تنخواہ پر ملازمت کر لی۔

میرے بچے' میری امی اور بھابھی آصفہ نے سنبھالے جبکہ میں ملازمت کے سلسلے میں باہر ہوتی تھی اور کئی بار رات بھی باہر رہنا پڑتا تھا۔ میرے بھائی رفعت محمود کے بچوں کے ساتھ میرے بچے بڑے ہوئے اور تعلیم حاصل کی۔ اس طرح وقت گزرتا گیا۔ ہم نے اپنی ساری زندگی عسرت اور تنگی سے گزاری۔ مگر اس تنگی کا بچوں کو کبھی احساس نہ ہونے دیا۔ سب بچوں کے ایک جیسے اور مختصر کپڑے ہوتے تھے۔ ایک جیسا کھانا۔ سب نے تعلیم سینٹ اینتھونی ہائی سکول سے حاصل کی۔ بھائی محمود رفعت نے باپ بن کے سب بچوں کو ایک جیسا پالا۔ میٹرک کے بعد احمد مسعود نے F.A. کیا اور ملٹری اکیڈیمی میں چلا گیا۔ اور احمد محمود نے نیشنل کالج آف آرٹس میں آرکیٹیکٹ کا کورس 5 سال کا کیا۔ کالج میں فرسٹ آیا۔ اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دَور تھا۔ حضورؒ کی طرف سے اچھے نمبر حاصل کرنے والے طلباء کیلئے انٹرنیشنل (Abroad) وظائف کا اعلان ہوا۔ احمد محمود نے بھی درخواست دی لیکن واللہ اعلم کیوں یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ احمد محمود نے دو سال لاہور میں ملازمت کی۔ اپنے لئے کرایہ جمع کر کے امریکہ چلا آیا۔ اور بڑے اعلےٰ نمبروں کے ساتھ Masters کی ڈگری حاصل کر لی۔ الحمدللہ۔ نیویارک، امریکہ میں آباد ہے۔ اب میرے دونوں بیٹے امریکہ میں ہیں۔ احمد مسعود نے آرمی میں میجر کے عہدہ سے پنشن لے لی اور وہ بھی امریکہ آ گیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے انتہائی فضل و کرم سے اُسکے پاس بھی بہت اچھی ملازمت ہے، شکر الحمدللہ۔ احمد مسعود کی شادی میری بڑی ہمشیرہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی عنبر سے ہوئی۔ اور احمد محمود کی شادی کرنل سلطان محمد خان مرحوم کی چھوٹی صاحبزادی نعیمہ سے ہوئی ہے۔ دونوں شادیاں بہت سادگی سے طے پائیں۔ میں نے اپنا سارا زیور دونوں بہوؤں میں تقسیم کر دیا اور محض چند کپڑے بنائے اور کوئی فضول خرچی نہ ہوئی۔ کچھ تھا ہی نہیں جو خرچ کیا جاتا۔ میں نے اپنی ذات پر سوائے سخت ضرورت کے آج تک کچھ خرچ نہیں کیا۔ ایک طویل زندگی اپنے بھائی اور بھاوج کے ساتھ گزاری۔ میں نے جو محنت اور تگ ودَو کی وہ علیحدہ ہے۔ اصلی قربانی تو میرے بھائی' محمود رفعت' اور بھاوج کی ہے جنہوں نے اپنی ساری عمر ہم پر قربان کر دی۔ انہوں نے اس قدر بے پناہ محبت دی اور ہر طرح کی مدد کی۔ جس کی مثال شاید ہی مل سکے۔ میں تو سوائے دعاؤں کے اُنہیں کچھ بھی نہیں دے سکتی۔ اُنکا شکریہ بھی صحیح سے ادا کر نہیں سکتی۔ ابھی حال ہی میں میرے بھائی کی وفات ہوئی ہے اللہ اُس کو نیکیوں کی بہترین جزادے اور اسکے درجات بلند کرے، آمین ثم آمین۔

میجر محمود شہید کے جسدِ خاکی کو بعد میں کوئٹہ سے جہاں وہ امانتاً دفن تھے، ربوہ لا کر مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ میجر محمود شہید کے درجات بلند کرے، جنت میں اعلےٰ سے اعلےٰ مقام عطا فرمائے، آمین ع

صلہءِ شہید کیا ہے تب وتابِ جاودانہ

آپ انتہائی نمایاں شخصیت کے مالک تھے اور بہت نفیس انسان تھے۔ احمدیت، حضرت مسیح موعودؑ سے عقیدت اور خلافت سے وابستگی مثالی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی اور قربانی کو صرف اپنے خاندان کیلئے ہی نہیں بلکہ اوروں کیلئے بھی مشعلِ راہ بنائے، آمین۔

اللہ تعالےٰ عزیزان مسعود احمد اور محمود کو دین و دُنیا کی نعمتوں سے نوازے اور میرا بھی انجام بخیر کرے، آمین۔

☆=====================☆

# التجائے فقیر

## عطاء المجیب راشد

اے خدا! تو بخش دے میرے گنہ میرے عیوب
سن لے اپنے فضل سے میری ندا میری صدا

سستیوں میں، غفلتوں میں، زندگی ساری کٹی
تیری خوشنودی کی راہیں ڈھونڈتا ہی رہ گیا

میں نہیں پاتا کوئی بھی شے جو لائق ہو ترے
نامۂ اعمال خالی، اور عصیاں بے بہا

بوجھ بڑھتے جا رہے ہیں اور منزل ہے قریب
دستگیری کر مری، تو ہی مرا مشکل کشا

کس طرح بخشش مری ہوگی، مرے پیارے رحیم
کس طرح بگڑی بنے گی، اے مرے قادر خدا

میں ہوں شرمندہ بہت اپنے کئے پر روز وشب
ڈھانپ لے رحمت سے اپنی مالکِ ارض وسما

تیری رحمت کے سوا اب آسرا کوئی نہیں
تیری ہی نظرِ کرم سے ہو گا ہر عقدہ کشا

ظلمتیں کافور کر دے، پاک کر دے جسم وجاں
دل کو بھر دے نور سے، اے منبعِ نورِ ہدیٰ

دے مجھے توفیق مولیٰ! کام ایسے کر سکوں
جن سے تو راضی ہو مجھ سے اور بخشے ہر خطا

اک گدا ہوں تیرے در کا، ہاتھ ہیں خالی مرے
میرے مولیٰ مجھ کو دے، اپنی عطا سے ہر عطا

ہاتھ پھیلائے یہ عاصی در پہ دیتا ہے صدا
کر عطا، میرے مجیب، اے مبدءِ جُود وسخا

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

# زَردصحافت کا پلاؤ زَردہ

## لطف الرحمٰن محمود

''زَردصحافت کا پلاؤ زَردہ'' کے عنوان کے حوالے سے مجھے'' زردصحافت'' کے بارے میں مختصراً کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ صحافت کی ایک خاص قسم ہے۔ اُردو میں یہ الفاظ انگریزی اصطلاح Yellow Journalism سے آئے ہیں۔ اس قسم کی صحافت اور اخبارات ورَسائل کیلئے Yellow Press کے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ سنسنی اور ہیجان پھیلانے کیلئے خبریں گھڑنا اور اس قسم کے مضامین اور فیچرز کی اشاعت کرنا، زَردصحافت کا طُرّہ امتیاز ہے۔ مُنہ مارنے کیلئے فِلم، آرٹ، معیشت، سیاست اور سینکڑوں مضامین وعناوین موجود ہیں۔ مذہب ایک سنجیدہ موضوع ہے۔ رُوحِ انسانی کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ دُنیا میں بامقصد، اور شریفانہ زندگی گزارنے اور آخرت میں نجات کی اُمید کا انحصار اسی پر ہے۔ سستی شُہرت کیلئے یا محض دل کے پھپھولے جلانے کیلئے، مذہبی مباحث پر بازاری انداز میں گفتگو کرنا اور استہزاء کی پالیسی اپنانا، یا جان بُوجھ کر جُھوٹ لکھنا، صحافت نہیں' ''زَردصحافت'' ہے۔

''زَردصحافت'' نسبتاً ایک نئی اصطلاح ہے۔ جسے امریکہ میں انیسویں صدی کے آخر میں پہلی مرتبہ New York کے اتوار کے اخبارات میں استعمال کیا گیا۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کو قائم ہوئے 120 سال بیت چکے ہیں۔ ابتداء ہی سے ہمارے خلاف لکھنے والوں کی بھاری اکثریت کا عملاً صحافت کی اس قسم سے تعلق رہا ہے۔

ایک صدی سے زائد عرصے پر پھیلے ہوئے اس مواد اور قلم وقرطاس کی اس نامراد اجتماعی کاوش کو میں نے'' زردصحافت کا پلاؤ زردہ'' کہہ کر یاد کیا ہے۔ اس قسم کے مضمون نگاروں، صحافیوں اور کالم نویسوں کی اپنے حلقہء احباب میں واہ واہ ہوتی ہے۔ اُنہیں بانسوں پر چڑھایا جاتا ہے۔ پلاؤ زردہ کھلایا جاتا ہے۔ ہم ان صحافیوں سے ناراض نہیں۔ اس طرح ہماری تبلیغ ہوتی رہتی ہے اور ان حضرات وخواتین کی اشتعال انگیزی کے نتیجے میں سعادت مند رُوحوں کے سفینے، حق وصداقت کے ساحلِ مراد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اُنہیں زردصحافت کا پلاؤ زردہ مبارک اور ہمیں متلاشیانِ حق کا استقبال مبارک!!

حدیث میں آنے والے مسیح علیہ السلام کیلئے 2 زرد چادروں میں'' آسمان سے نازل'' ہونے کا ذکر موجود ہے۔ یہ ایک استعارہ ہے کہ دو بیماریاں مسیح موعودؑ کے شاملِ حال رہیں گی (دورانِ سر اور ذیابیطس) مگر تصنیف وتالیف' غور وفکر اور خدمتِ اسلام میں روک نہ بنیں گی۔ یہ اس پیش گوئی کی معجزانہ شان ہے۔ ایک اور ذوقی تشریح کی طرف میرا ذہن منتقل ہوا ہے کہ ظلّی طور پر تائیدِ الٰہی کا یہ نشان حضورؑ کی جماعت پر بھی چسپاں ہوگا۔ مخالفین'' زردصحافت'' اور'' زرد خطابت'' کے ذریعے جماعت کی ترقی کو روکنے کی سرتوڑ کوششیں کریں گے لیکن الٰہی کاروان کا راستہ نہ روک سکیں گے۔ یہ سچائی بھی 120 سال پر محیط ہے۔

''زردصحافت'' کی مثالیں تو بہت ہیں۔ امریکہ کے اردو پریس یا پاکستانی اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والے ایسے مضامین پر تنقید وتبصرہ کے طور پر کچھ نہ کچھ لکھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مضامین خطوط کی شکل میں اخبارات وجرائد کے پتے پر مضمون نگاروں کی خدمت میں بھیجے جاتے ہیں۔ امریکہ میں یہ خطوط "Return to sender" یا اسی قسم کے متبادل الفاظ کے ساتھ واپس آجاتے ہیں۔ مجھے اس کی حکمت سمجھ نہیں آئی۔ اسی طرح واپس آنے والے ایک ملفوف کے مندرجات ملاحظہ فرمائیے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم          نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت جناب ڈاکٹر ظفر اقبال نُوری صاحب!

سلام مسنون!

ہفت روزہ ''پاکستان پوسٹ'' کی اشاعت، بابت 7 تا 13 اگست 2008 میں آپ کا ایک مضمون بعنوان ''قادیانیوں کی نئی فریب کاریاں'' شائع ہوا۔ مجھے اس تحریر کا علم رمضان المبارک میں ہوا۔ رمضانِ کریم کی مصروفیات کی وجہ سے عاجز نے اس پر تبصرہ موخر کر دیا۔ آج فرصت ملی ہے۔ حاضرِ خدمت ہوں۔

میں تقریباً 50 سال سے تحریکِ احمدیت کے مخالفین اور ناقدین کی تحریروں کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے آج بھی حسرت ہے کہ انسانوں کی اس بھیڑ میں کاش مجھے ایک ہی شخص ایسا مل جاتا جو تنقید میں امانت و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتا ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ احمدیت' (جو آپ کے ہم خیال علماء کی نظر میں' کذب و افتراء کا پلندہ اور کُفر و باطل کا مجموعہ ہے)' کی مخالفت کیلئے ناقدین کو جھوٹ اور مکر و تلبیس کا سہارا لینے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ ہماری طرف سے ابتداء ہی سے جماعتی لٹریچر شائع ہوتا رہا ہے۔ دوست دشمن اور متلاشیانِ حق کی اس تک رسائی ہے۔ ہماری کتابوں کے حوالے دیتے وقت علماء اور ناقدین کو کتر بیونت کی ضرورت کیوں پڑتی ہے۔ سیاق و سباق سے چند جملے الگ کر کے ان پر اپنی ''بے مثال تحقیق'' کے قطب مینار تعمیر کئے جاتے ہیں اور عقیدت مند ایسے حضرات پر سابقوں اور لاحقوں کی بارش کرتے رہتے ہیں۔ مگر کیا ان تکلفات اور ایسی حرکات سے حقائق بدل سکتے ہیں؟ انجام کار اُن کے قطب مینار ریت کی دیوار ثابت ہوتے ہیں!

دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی مثال ہی ''ٹمٹس ٹیسٹ'' کے طور پر قبول ہے۔ امریکہ کے طول و عرض سے موصول ہونے والی ''عاجزانہ درخواستوں اور التجاؤں'' کے بعد آپ نے جو مقالہ ''پاکستان پوسٹ'' میں رقم فرمایا، اس میں کون سی نئی تحقیق پیش فرمائی ہے؟ آپ کے اس مقالے میں آپ کی تحقیقِ عارفانہ کا نچوڑ مضمون کے آخر میں آیا ہے، جو درج ذیل الفاظ پر مشتمل ہے:

''مرزائی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے۔ امام مہدی اور مسیح موعود کا ظہور ہو چکا ہے۔ پندرھویں صدی نہیں آئے گی۔''

ہم یہ نہیں کہتے کہ پندرھویں صدی نہیں آئے گی بلکہ اس بات کا ببانگِ دُہل اعلان کرتے ہیں کہ اب نہ کوئی مہدی آئے گا، نہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم اور نہ ہی امام غائب۔ یہ بات ہم سو سال سے کہہ رہے ہیں اور ہمیشہ اس کا اعلان کرتے رہیں گے، آگے چل کر آپ نے مزید وضاحت پیش کی ہے:

''اس چکر میں بہت سے سادہ لوح مسلمان، قادیانی ہو گئے کہ مبادا قیامت آجائے اور وہ غلطی سے امام مہدی پر ایمان لانے سے محروم ہو جائیں۔''

میں تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ مجھے چار برِّ اعظموں میں مختلف رنگوں اور نسلوں کے احمدیوں سے ملنے کے مواقع ملے ہیں۔ آج تک مجھے کوئی ایسا ''سادہ لوح'' احمدی نہیں ملا جو چودھویں صدی کے اختتام سے قبل' قیامت سے ڈر کر جماعت میں شامل ہوا ہو!

اس ''ایجادِ بندہ'' کے بعد' آپ نے اپنی دلیل کو وزنی بنانے کیلئے یہ کہنا ضروری سمجھا:

''اب پندرھویں صدی کا ہر سال اور ہر مہینہ بلکہ ہر دن اور ہر سیکنڈ مرزا قادیانی کے جُھوٹا ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔''

(پاکستان پوسٹ' ہیوسٹن ۔ 7-13 اگست ،صفحہ 10,8 )

میرا یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ احمدیت کے اکثر ناقدین نے' حضرت اقدسؑ' جماعت احمدیہ کے خلفاء اور علماء کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ جن مخالفین نے تردید و تنقید کیلئے کتابیں لکھی ہیں انہوں نے کسی مجبوری کے پیشِ نظر' حوالہ جات دیتے وقت بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے جس کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں۔ بعد میں آنے والوں نے اصل منابع اور مصادر سے مقابلہ اور موازنہ کرنے کی بجائے' مکھی پر مکھی مارنے کو ترجیح دی۔ میرا دل کہتا ہے کہ آپ نے بھی حضرت اقدسؑ کی تصنیفات کو نہیں پڑھا۔ مخالفین کی کتابوں سے فقط اُن کے نام پڑھے ہیں اور جو کچھ اُن ناقدین نے لکھا ہے' اُس پر'' ایمان بالغیب'' لے آئے ہیں!

اگر آپ نے حضورؑ کی کتابیں پڑھی ہوتیں تو آپ یہ ہرگز نہ لکھتے کہ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ'' پندرھویں صدی نہیں آئے گی''۔

جماعتِ احمدیہ کے افراد کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے' بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کی پیشگوئیوں کی شکل میں' الٰہی وعدوں کے پورا ہونے پر یقینِ کامل ہے کہ آنے والی صدیوں میں غیر معمولی کامیابیاں اور ترقیات مقدر ہیں۔ میں یہاں' حضورؑ کی صرف ایک کتاب'' تذکرۃ الشہادتین'' سے ایک اقتباس پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حیاتِ مسیحؑ کے باطل عقیدے کے تناظر میں' درجِ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ خود دیکھ لیں کہ آئندہ صدیوں کے وجود و ظہور کے حوالے سے یہ کتنی فیصلہ کُن تحریر ہے!

''یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خُدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گُزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد20' صفحہ67 ایڈیشن1984)

یہ کتاب 1903 کی تصنیف ہے۔ اس میں ایک عظیم پیشگوئی کے تین صدیوں کے اختتام سے قبل پورا ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ تین صدیوں کی یہ حد 2203ء میں پوری ہوگی۔ 2008ء ہجری تقویم میں 1429 ہے۔ 2203ء کا سال 1600 ہجری کے لگ بھگ ہوگا۔ یعنی سترھویں صدی ہجری کی آمد آمد ہوگی۔ اُس وقت حضرت امام مہدی علیہ السلام کی روحانی فوج، جماعت احمدیہ کی عاجزانہ محنت اور قربانی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے' اکنافِ عالم میں توحیدِ حقیقی اور رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہوگا۔ ہماری نظریں اُس سعید ساعت پر لگی ہوئی ہیں۔ آنے والی ہر صدی شاہراہِ غلبہءِ اسلام کی سنگِ میل ہے۔ ہم ان سب صدیوں کے منتظر ہیں۔ آپ کس مُنہ سے کہہ رہے ہیں کہ احمدی پندرھویں صدی کی آمد کے قائل نہیں۔ ہماری جماعت کے خلفائے عظام نے ہمیں آنے والی صدیوں کیلئے دعائیں کرنے کی تلقین کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بڑی بڑی اُمیدیں دلائی ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے چوتھے امام، حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کے درجِ ذیل اشعار اسی وجہ سے مجھے بہت پسند ہیں

رات جاگو مہ و نجوم کے ساتھ  دن کو سورج سے ہم خرام چلو
ہو تمہی کل کے قافلہ سالار  آج بھی ہو تمہی امام ۔ چلو
تم سے وابستہ ہے جہانِ نَو  تمہیں سونپی گئی زمام ۔ چلو
آگے بڑھ کر قدم تو 'لَو' دیکھو  عہدِ نَو ہے تمہارے نام ۔ چلو

مندرجہ بالا اشعار میں 'کل'، 'جہانِ نَو' اور 'عہدِ نَو' آنے والی صدیوں کی علامت ہیں جو کامیابیوں اور فتوحات سے معمور ہوں گی، انشاءاللہ۔
آپ نے بعض اخبارات میں جماعت کی طرف سے دیئے جانے والے اشتہارات کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ حضرت امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد' حضورؑ کی پیشگوئی کے عین مطابق' 27 مئی 1908 کو جماعتِ احمدیہ میں خلافت کا آغاز ہوا۔ اس واقعہ پر ایک صدی مکمل ہونے پر دُنیا بھر میں' 190 ممالک میں موجود' احمدیوں نے خلافت کے حوالے سے صد سالہ جشنِ تشکّر منایا۔ جن اشتہارات کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ اِسی تناظر میں میڈیا میں دیئے گئے۔ بعض ممالک نے اس موقعہ پر یادگاری ڈاک کے Stamps بھی جاری کئے۔ امریکی اخبارات میں بھی اشتہارات اسی حوالے سے دیئے گئے۔ دنیا میں جماعتوں نے تشکّر اور تجدیدِ عہد کے جلسے منعقد کئے۔
غانا (افریقہ)، امریکہ، کینیڈا، جرمنی اور برطانیہ میں عظیم الشان ریجنل جلسوں کا اہتمام کیا گیا جن میں جماعت کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ راقم الحروف کو بھی کینیڈا کے اس جلسے میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی مرکزی قیادت نے' ان تمام جلسوں کی منصوبہ بندی ''پندرھویں صدی'' ہی میں کی۔ آپ فرما رہے ہیں کہ ہم پندرھویں صدی کے وجود وظہور کے مُنکر ہیں۔ جس پندرھویں صدی کے سال' مہینے' دن بلکہ سیکنڈ بھی آپ گِن گِن کر ہمیں کوس رہے ہیں۔ اُس کا ہر دن' بفضلہٖ تعالیٰ' جماعتِ احمدیہ کیلئے نئی فتوحات، ترقیات اور خوشخبریوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے!
محترم ڈاکٹر صاحب!
اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ خالی الذہن ہو کر تجزیہ فرمایئے کہ کس طرح مایوسیوں، محرومیوں یا سیاسی ناہمواریوں نے آپ کے ہم نواؤں کے اعصاب شل کر دیئے ہیں۔ چودھویں صدی کے اختتام پر' مکّہ معظمہ میں' بیت اللہ شریف کے اردگرد کیا ہوا تھا؟ اگر آپ کچھ پڑھنے اور سُننے کے مُوڈ میں ہوں تو مختصراً عرض کر دیتا ہوں بلکہ مُتمنّی ہوں کہ ع

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہءِ پارینہ را

یہ سیناریو ملاحظہ فرمایئے۔ 1400 ہجری کے اختتام پر نئی صدی کا آغاز ہو رہا تھا۔ 20 نومبر 1979 صبح چار بج کر تیس منٹ پر خانہ کعبہ کے قریب محمد بن عبداللہ القحطانی نامی ایک شخص نے ''امام مہدی'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ اُس کے مُسلّح ساتھیوں نے AK-47 بندوقیں لہرا کر مسجد حرام پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت مسجد میں 50,000 نمازی اور مطوفین موجود تھے۔ اُن سے مہدی کی بیعت کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ بظاہر مدعی کی بعض علامات ایک ''حدیث'' کے مطابق تھیں۔ محمد بن عبداللہ نام' خانہ کعبہ کے قریب دعویٰ کا اعلان اور بیعت کی دعوت، مگر لوگوں نے توجہ نہ کی۔ دراصل یہ سعودی خاندان کے خلاف ایک ''کو'' کی سازش تھی جس میں بعض مصری' یمنی اور کویتی بھی شامل تھے۔ اس سازش کا لیڈر، جُہمین ابن محمد ابن سیف، ایک سعودی شہری تھا جس نے مدینہ طیبہ میں، مفتی اعظم سعودی عرب، عبدالعزیز بن باز سے تعلیم حاصل کی تھی۔ مہدی کے ساتھیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ کئی نمازی اور پولیس اہلکار جاں بحق ہوئے۔ خانہ کعبہ کے نائب امام بھی شہید ہو گئے۔ امام کعبہ، محمد السبیل بھیس بدل کر مسجد حرام سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ مہدی کے رفقاء نے 30 افراد کو یرغمال بنا کر، باقی نمازیوں اور مطوفین کو مسجد سے جانے کی اجازت دے دی اور خود مورچہ بند ہو گئے! ان حضرات کے ''تقویٰ'' کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ مسجدِ حرام میں آتشیں اسلحہ سمگل کرنے کیلئے نمازِ جنازہ کیلئے نعشیں لانے کا ڈھونگ رچایا

گیا۔ یادرہے کہ یہ وہ نازک مقام ہے جہاں چیونٹی مارنے کی بھی ممانعت ہے مگر امام مہدی صاحب صحنِ مسجد میں نمازیوں کو قتل کر رہے ہیں!! شاید اسی جہاد کیلئے حضرت مبعوث ہوئے تھے!! سعودی حکمران' شاہ خالد' کے حکم پر سعودی عرب کے مواصلاتی رابطے بیرونی دُنیا سے کاٹ دیئے گئے۔ مہدی ہونے کا دعوٰی ایک سعودی نیم مُلّا نے خانہ کعبہ میں کیا، مگر موقع پرست پاکستانی مولویوں نے مُشتعل عوام کا رُخ امریکی سفارت خانے کی طرف موڑ دیا۔ لوگوں نے سفارت خانے پر حملہ کر کے 2 امریکی فوجی قتل کر دیئے۔ اُنہی مولویوں کے شاگرد اب'' ورک پرمٹ'' پر امریکی مساجد پر قابض ہو چکے ہیں۔

سعودی حکومت نے مسجد حرام پر قابض باغیوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگر مسجد بیت الحرام پر بوقت ضرورت فوجی کارروائی کی جاسکتی ہے تو لال مسجد پر کیوں نہیں ہوسکتی؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ میں'' مسجد ضرار'' پر ایسی کارروائی کی گئی۔ مسجد بیت الحرام میں باغیوں کی تعداد 200 کے لگ بھگ تھی۔ اس فوجی اقدام میں 127 سعودی فوجی شہید اور 461 زخمی ہوئے۔ 117 باغی مارے گئے۔ مدعی مہدویت محمد بن عبداللہ القحطانی بھی مسجد کے اندر مارا گیا۔ یہ لوگ مسجد کے تہہ خانوں میں گُھس گئے۔ وہاں اپنے مقتولوں کے چہرے مسخ کر دیئے تا شناخت نہ ہوسکے۔ فوج نے اُنہیں تہہ خانوں سے نکالنے کیلئے گیس کے بم پھینکے۔ مگر یہ جہادی بڑے سخت جان تھے۔ مجبوراً تہہ خانوں میں پانی بھر کر بجلی کے تار ڈال کر برقی جھٹکے لگائے گئے۔ بدبو سے مسجد مُتعفّن ہوگئی۔ بڑی جدّ وجُہد کے بعد 63 مرد زندہ گرفتار کئے گئے۔ ان کے ساتھ 12 عورتیں اور بچے بھی حراست میں لئے گئے۔ اُن پر مقدّمہ چلایا گیا۔ عورتوں کو 2 سال قید کی سزا سنائی گئی۔ بچوں کو اطفال کے مراکزِ بہبود میں بھجوا دیا گیا۔ 63 مفسدوں کو سعودی عرب کے مختلف شہروں میں منتقل کر دیا گیا اور 9 رجنوری 1980 کو اُن سب کے سر قلم کر دیئے گئے۔ شاہ خالد نے اِن 63 باغیوں کیلئے اپنے قلم سے یہ فرمان لکھا (ترجمہ):

'' اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے، خانہ کعبہ کی حُرمت اور تقدّس کی خاطر، اور وہاں عبادت کی حفاظت کیلئے نیز مسلمانوں کے غم وغصہ کے اظہار کیلئے ان سب لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔''

اگر آپ اس سانحہ کی مزید تفاصیل سے آگہی چاہتے ہیں تو Robert Lacey کی کتاب The Kingdom- Arabia, The House of Saud ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب کا باب 51 اس تفصیل پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب Harcourt Brace Jovanovich نے نیویارک رلندن سے شائع کی ہے۔

یہ افسوسناک حقائق اب تاریخ کا حصہ ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ بلدِ امین مکّہ معظمہ کی مسجد حرام میں ہجری تقویم کی نئی صدی کا اس طرح آغاز ہوا۔ خُدا کرے آنے والی صدیوں کا استقبال، اسلام کی پُر امن روایات اور تعمیری جذبوں کا آئینہ دار ہو، آمین۔ کون نہیں جانتا کہ کذب وافتراء، بدزبانی، سبّ وشتم، مذہب کے نام پر دہشت گردی کی ترغیب آسان ترین کام ہیں۔

عُلمائے سُوان مرغوب مشغلوں میں جُتے ہوئے ہیں۔ لیکن اس یکطرفہ جبر وتشدّد اور ظلم وستم کی مُہمات کے باوجود، ہم قرآن کریم اور حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدّس تعلیمات کی اشاعت کرتے رہیں گے، انشاء اللہ۔

دار ورسن سے ماپ مرے قد کو لاکھ بار
اک بار خُود کو میرے ترازو میں تول بھی

والسلام

خاکسار

لطف الرحمٰن محمود

# ہم تو خوشبو کی طرح پھیلے جہاں میں چار سُو

ارشاد عرشی ملک

arshimalik50@hotmail.com

بند تُم نے کر دیئے جلسے جو پاکستان میں
اب منعقد شان سے ہوتے ہیں انگلستان میں

ہوں مُیسّر جن کو پر، اُڑ کر پہنچتے ہیں ضرور
اور جو بے پر ہیں، رہتے ہیں اِسی ارمان میں

ایم ٹی اے کا ہو بھلا یہ زخمِ فرقت کی دوا
اِس کا حصہ خُوب ہے اس درد کے درمان میں

گھر میں ہر اِک احمدی کے جلوہ فرما ہیں حضور
تازگی آتی ہے اُن کو دیکھ کر ایمان میں

سلسلہ جلسوں کا امریکہ میں، کینیڈا میں بھی
پھر تسلسل جرمنی میں، ہند میں، جاپان میں

نُورِ حق سے جگمگا اُٹھا ہے افریقہ بھی آج
سب پہ بازی لے گیا مہدؔی کی وہ پہچان میں

الغرض میں نام گنواؤں تو کِس کِس ملک کا
سب کے سب باندھے گئے بیعت کے اک پیمان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

جب بصد حسرت وطن کو الوداع کہنا پڑا
اِک توکّل کے سِوا کُچھ بھی نہ تھا سامان میں

خوف کی حالت کو بدلا امن میں اللہ نے
ہم پہ اپنا ہاتھ رکھا اُس نے ہر بحران میں

ہم تو خوشبو کی طرح پھیلے جہاں میں چارسُو
تُم مقید ہو گئے پر نفس کے زندان میں

دل مگر کُڑھتا ہے اب حالت تمہاری دیکھ کر
گھر گیا پیارا وطن اک مستقل طغیان میں

نفرتوں کی جھاڑیاں ،ظلم و جفا کے خار ہیں
اور کُچھ باقی نہیں اس قریہءِ ویران میں

جِس نے کیکر بوئے ہوں وہ آم کھائے کس طرح
لُوٹ اتنی تو نہیں اس عالمِ اِمکان میں

خوف اور وحشت کے سائے آج ہر چہرے پہ ہیں
گھِر گئی ناؤ تمہاری سر پھرے طوفان میں

مر گئے عیسیٰ مسیحؑ ،ان کا رفع بھی ہو چکا
سچ بتاؤ کیا یہی لکھا نہیں قرآن میں

راز جو کھولا تھا مہدؑی نے سوا سو سال قبل
اب ثبوت اس کے ملے ہیں وادیِ قُمران میں

ایک دن دُنیا میں گونجے گی یہی آوازِ حق
ہم میں بھی وہ گونج ہے جوگونج ہےآذان میں

شعراُمڈے ہی چلے آتے ہیںعرشی غیب سے
میں نے لکھی ہیں کئی نظمیں عجب وجدان میں

# ورجینیا میں مالا کی چوتھی سالانہ شامِ سُخن کا انعقاد

رپورٹ: عبدالوحید ۔ بالٹی مور میری لینڈ

مورخہ 20 جون 2009 کی شب علاقے کی ایک سرگرم ادبی تنظیم مالا (مڈ اٹلانٹک ایسوسی ایشن فار لٹریچر اپریسی ایشن) کے زیرِ اہتمام احمدیہ کنونشن امریکہ کے موقع پر شمالی امریکہ کے طول وعرض سے تشریف لائے ہوئے ادب نواز شعراء اور سخن فہم شائقین ادب کے جھرمٹ میں ایک رنگارنگ شامِ سخن' شینٹلی ایکسپو سینٹر، شینٹلی ورجینیا میں منعقد کی گئی۔ اس شام کے انعقاد میں مالا کو جماعت احمدیہ امریکہ کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ مالا کے زیرِ انتظام یہ چوتھی سالانہ شام تھی۔

اپنے قیام کے مقاصد کے تحت مالا وطن سے دور زبان وادب کی تشنگی محسوس کرنے والی خواتین وحضرات کی دلچسپی کی خاطر ادیبوں اور شاعروں کے ساتھ ایسی نشستوں کا اہتمام کرتی رہتی ہے۔ ایک ایسی ہی شام گزشتہ سال کے خاتمہ پر بیسویں صدی کے عہد ساز شاعر احمد فراز کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے علاقے کے معروف شعراء کے ساتھ بالٹی مور میں منائی گئی تھی۔

اس شامِ سُخن میں جہاں ورجینیا، میری لینڈ، نیو یارک، نیو جرسی، اوہائیو، شکاگو سے تشریف لائے ہوئے متعدد جانے پہچانے اور ہر دلعزیز شعراء کرام نے شرکت کی وہیں اس موقعہ پر پاکستان سے آئے ہوئے ڈاکٹر پروفیسر عارف ثاقب جو کہ گورنمنٹ سائنس کالج لاہور سے وابستہ ہیں' نے بھی اپنا بہترین کلام پیش کیا جسے سامعین نے بے حد سراہا اور دل کھول کر داد دی۔

حسبِ روایت اس شام کی باوقار تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جو کہ ڈاکٹر فرید احمد نے کی۔ دستیاب وقت کی قلت کے باعث اس کے فوراً بعد مشاعرے کا آغاز شکاگو سے تشریف لائے ہوئے ہمہ جہت شاعر جناب مبشر احمد کی صدارت میں ہوا۔ مہمانانِ خصوصی میں جنابِ باقر زیدی، جنابِ کرامت گردیزی اور جنابِ ڈاکٹر عبداللہ شامل تھے۔

نظامت کے فرائض مالا کے منتظم اعلیٰ اور بانی رکن ناصر جمیل نے ادا کیے۔ آپ کی دلچسپی اور کوششوں کے باعث میری لینڈ اور گردونواح کے ادب دوستوں کو شمالی امریکہ کے ممتاز شعراء کرام کے ساتھ وطن سے دُور شعر وادب کی محفلوں میں شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے۔

اس محفل شعر وسخن میں امریکہ کے طول وعرض سے آئے ہوئے ادبی ذوق رکھنے والے مرد وخواتین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی اور شعراء کرام کے کلام کو نہایت دلچسپی اور انہماک سے سُنا اور عمدہ کلام پر دل کھول کر دادِ تحسین دی۔

اس شامِ سُخن میں شریک ہونے والے شعراء کرام کے کلام کے چند نمونے پیشِ خدمت ہیں۔

**ڈاکٹر مھدی علی، اوھائیو۔**

درد اتنا دلِ خستہ میں چھپاتے کیسے　　آنکھ سے اشکوں کی دولت بھی لٹاتے کیسے
شکوۂ ظلمتِ شب سے ہمیں فرصت کب تھی　　نور کی کوئی نئی شمع جلاتے کیسے

**ڈاکٹر آغا شاھد ، میری لینڈ**

تیریاں سخاوتاں دا توڑ کوئی نئیں　　میریاں بغاوتاں دا جوڑ کوئی نئیں
تیریاں کہاوتاں دے دکھ سہہ کے　　میریاں کہانیاں دی لوڑ کوئی نئیں

**ڈاکٹر محمد ظفر اللہ۔ فلاڈلفیا**

ہمارے غم پہ اُسے اختیار کس نے دیا　　نگاہِ ناز کو یہ اعتبار کس نے دیا
یہ کس کا عکس ہے چہروں کے حاشیئے میں رواں　　سمندِ شوق کو یہ شہسوار کس نے دیا

**صادق باجوہ۔ میری لینڈ**

جانے کیا سرگوشیوں میں کہہ گیا　　آئینہ جب بھی ہوا ہے رُوبرو
ہے نہاں خانہء دل میں گفتگو　　کون ہوں کیا ہوں تلاش و جستجو

**اکرم ثاقب۔ واشنگٹن**

ملک میرے دا ہر اک بچہ ربا جیمز بانڈ ہووے　　ایسا وقت وی آوے مولا اک روپے دا پونڈ ہووے
مل کے دیکھیں کہکشائیں خواب میں　　آؤ ایک حیرت جگائیں خواب میں
تشنگی چاہت کی کچھ ایسی بڑھی　　جاگ کر اس کو بلائیں خواب میں

**سید محمود فہیم۔ ورجینیا**

گھیرا پالیا گھیرے اُتے　　آن کھلوتا ڈیرے اُتے
پشلی رات دا تارا چُن کے　　چَن میں رکھاں تیرے اُتے

وقت کسی کی اُترن ہے　　دھجی دھجی دامن ہے

**انجم گوھر۔اردو ٹائمز شکاگو**

سَر جُھک گئے ہیں سارے احسانِ مصطفیٰؐ سے　　ہم کو خدا ملا ہے عرفانِ مصطفیٰؐ سے
شعلہ نوا خطاب ہے لفظوں کا پیرہن　　واعظ تمہاری بات میں لیکن اثر نہیں

**ڈاکٹر عارف ثاقب، لاھور ، پاکستان**

ہیں شام وسحر اُس کے تعاقب میں یہ آنکھیں　　اور وہ ہے کہ مُڑ کر کبھی دیکھا ہی نہیں ہے
اس ذہن کے گنبد میں وہ گونجا تھا بس اِک بار　　پھر ہم نے کسی اور کو سوچا ہی نہیں ہے

اشک جب آنکھ سے نہیں گرتے　　خامشی بین کرنے لگتی ہے

**اسد حسن۔ وائس آف امریکہ**

کہنے کو میرے دیس میں کھلیان بہت ہیں　　روٹی کو ترستے ہوئے انسان بہت ہیں
میں اپنے عہد کا فاروقؓ تو نہیں لیکن　　کسی کی بھوک مجھے بیقرار رکھتی ہے

**احمد مبارک۔ نیو یارک**

زمیں بچھائی گئی آسماں سجایا گیا　　پھر اک چراغ سرِ لامکاں جلایا گیا
میری ہی عمر میرے ہاتھ سے نکلتی رہی　　کہ جیسے بات کوئی بات سے نکلتی رہی

**کرامت گردیزی، ورجینیا**

سفر اور مسلسل سفر زندگی　　مسافر تھکن کے سوا کچھ نہیں
عالمِ خوابِ مسلسل سے اٹھایا ہے مجھے　　اس کی آواز کی خوشبو نے جگایا ہے مجھے

**اکرم محمود، نیو جرسی**

نشان بے نشانی بھی وہیں پر چھوڑ آیا ہوں　　میں ان آنکھوں کا پانی بھی وہیں پر چھوڑ آیا ہوں
سمندر پار کرنا تھا خزانے ساتھ کیا لاتا　　سو میں لفظ و معانی بھی وہیں پر چھوڑ آیا ہوں

**باقر زیدی ۔میری لینڈ**

دل پہ کرتے ہیں دماغوں پہ اثر کرتے ہیں　　ہم عجب لوگ ہیں ذہنوں میں سفر کرتے ہیں
ہم کو دشمن کی بھی تکلیف گوارا نہ ہوئی　　لوگ احباب سے بھی صرفِ نظر کرتے ہیں

آخر میں جناب صدر مبشر احمد صاحب نے ایک مزاحیہ اور ایک سنجیدہ طویل اور خوبصورت نظم سنا کر داد و تحسین وصول کی۔
منجھے ہوئے شعراء کی خوبصورت غزلوں اور نظموں کا پیراہن اوڑھے یہ خوبصورت شام اُردو ادب کو جدا جدا مگر دلکش رنگوں سے منور اور خوشبوؤں سے معطر کرتے ہوئے نصف شب کے قریب اختتام کو پہنچی۔

☆......☆......☆......☆☆......☆......☆......☆

63 سال سے زائد عرصہ تک خدمات بجالانے والے مؤرخ احمدیت

# مکرم ومحترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب وفات پاگئے

جماعتِ احمدیہ کے دیرینہ خادم، متبحر عالم، محقق، دانشور اور مؤرخ احمدیت محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخہ 26 اگست 2009 کو صبح 3 بجے طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں بعمر 82 سال اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ نے 63 سال سے زائد عرصہ جماعت احمدیہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے والد کا نام محترم حافظ محمد عبداللہ صاحب تھا۔ آپ مؤرخہ 3 مئی 1927 کو اپنے آبائی قصبہ پنڈی بھٹیاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے چچا محترم میاں عبدالعظیم صاحب کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ آپ کے والد صاحب نے جلسہ سالانہ 1933 کے موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعود کے مبارک ہاتھ پر شرفِ بیعت حاصل کیا اور ان کے والد میاں رحمت اللہ صاحب کی طرف سے شدید مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن کوہِ وقار بن کر مومنانہ شان کے ساتھ احمدیت کی منادی میں زندگی کے آخری سانس تک سرگرمِ عمل رہے۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب 1935 میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے۔ 1944 میں جامعہ احمدیہ میں تعلیم کا آغاز کیا۔ 1946 میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں تیسرے نمبر پر آئے۔ الفضل قادیان میں آپ کا پہلا مضمون 16 مئی 1944 کو ریویو آف ریلیجنز قادیان میں اگست 1945 میں اور فرقان میں اپریل 1947 میں شائع ہوا۔

29 اکتوبر 1951 کو جامعۃ المبشرین ربوہ کی طرف سے پہلی کامیاب ہونے والی شاہد کلاس میں آپ بھی شامل تھے، اس کلاس کی الوداعی پارٹی میں حضرت مصلح موعودؓ نے شرکت فرمائی اور نہایت پُر معارف خطاب فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد مبارک اور نگرانی میں آپ نے اگست 1952 سے روزنامہ الفضل میں شذرات کا ایک صفحہ پر مشتمل کالم شروع کیا جو فروری 1953 تک قبول عام کی سند کے ساتھ جاری رہا۔

مورخہ 25 جون 1953 کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے محترم مولانا صاحب کو تاریخ احمدیت کی تدوین کی ذمہ داری سونپی۔ اب تک 20 جلدیں تاریخ احمدیت کی منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں 1960 تک کے حالات شامل کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی چالیس سے زائد تالیفات مختلف موضوعات پر چھپ چکی ہیں جن کے دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ قومی اسمبلی پاکستان میں 1974 میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی قیادت وسیادت میں جو نمائندہ وفد گیا تھا اس میں آپ کو بھی شمولیت کی سعادت ملی۔ آپ ایک علمی، ادبی اور روایتی رکھ رکھاؤ والی شخصیت تھے۔ تحریر اور تقریر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص ملکہ عطا فرما رکھا تھا۔

آپ کی اہلیہ محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ کی وفات 22 مئی 1990 کو ہوئی تھی۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے ایک بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کارڈیالوجسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ و جنرل سیکرٹری احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن پاکستان۔ محترمہ شاہدہ بشریٰ صاحبہ اہلیہ مکرم مبارک احمد طاہر صاحب وائس پریذیڈنٹ نیشنل بینک آف پاکستان، واپڈا ٹاؤن لاہور۔ محترمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مکرم محمد سرور بٹ صاحب

ٹورانٹو کینیڈا۔محترمہ ناصرہ مبشرہ صاحبہ اہلیہ مکرم خالد اقبال صاحب سٹیٹ لائف سوسائٹی لاہور۔محترمہ خالدہ منور صاحبہ اہلیہ مکرم منور احمد عباسی صاحب جوہر ٹاؤن لاہور۔محترمہ قانتہ بشریٰ صاحبہ جرمنی اہلیہ مکرم عبدالوہاب رازی صاحب آف کنری۔آپ کی اولاد میں 2 پوتے ،9 نواسے اور 4 نواسیاں شامل ہیں۔

آپکی نمازِ جنازہ اسی دن 26 اگست 2009 کو بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے مسجد مبارک میں پڑھائی۔ تدفین کیلئے آپ کا جسدِ خاکی بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔چارپائی پر لمبے بانس باندھے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب اپنے اس بزرگ کی میت کو کندھا دے سکیں۔جنازے کے اردگرد ڈیوٹی پر متعین خدام نے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر حفاظتی دائرہ بنایا ہوا تھا۔بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص نمبر 12 میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے ہی دعا کرائی۔اس موقع پر ربوہ کے علاوہ دُور ونزدیک کے شہروں اور دیہات سے ہزاروں افراد موجود تھے جو رمضان المبارک کے ایام میں محترم مولانا موصوف کی نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا آبائی قصبہ پنڈی بھٹیاں ہے۔آپ کے خاندان میں احمدیت کی نعمت حضرت میاں محمد مراد صاحب حافظ آبادی جیسے اہل کشف کے ذریعہ میسر آئی۔تاہم اس قصبہ میں جماعت احمدیہ کا نور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی زمانہ میں ہی پہنچ گیا تھا۔حضرت منشی عنایت اللہ صاحب نائب مدرس پنڈی بھٹیاں نے 14 اگست 1933 کو حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔آپ کے والد صاحب 1962 تک پنڈی بھٹیاں میں ہی قیام پذیر رہے اور اپنے کاروبار کے ساتھ اپنے حلقہ احباب تک دیوانہ وار پیغام حق پہنچانے میں سرگرم عمل رہے۔ بعدازاں اپنی وفات 16 فروری 1979 تک آپ کو نظارت اصلاح وارشاد مقامی کے ماتحت شیخوپورہ جھنگ اور سرگودھا کے اضلاع میں بحیثیت معلم دینی خدمات کی توفیق ملی۔اس دوران آپ نے پیدل دورے کر کے احمدیت کی اشاعت اور تربیت کے فرائض انجام دیئے۔

محترم مولانا صاحب کی والدہ محترمہ صاحب بی بی صاحبہ نے قیام پاکستان تک بیعت نہیں کی مگر انہوں نے نہ صرف احمدیت کو عظمت واحترام سے دیکھا بلکہ جب وہ اپریل 1949 کے ربوہ کے پہلے جلسہ سالانہ میں شامل ہوئیں تو انہوں نے انکشاف کیا کہ خدا نے بذریعہ خواب پہلے سے ہی یہ بستی دکھا دی تھی کہ یہاں مسیح موعود کا قافلہ اترے گا جو میں نے سچ مچ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا لہٰذا میں خدا کے اس سلسلہ میں علیٰ وجہ البصیرت داخل ہوتی ہوں۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب 1935 کے آخر میں اپنے والد صاحب کے ساتھ پہلی مرتبہ پنڈی بھٹیاں سے قادیان تشریف لے گئے۔دیارِ حبیب کی زیارت اور قدسیوں کا اجتماع دیکھا اور 28 دسمبر کو حضرت مصلح موعودؓ کا روح پرور خطبہ عیدالفطر سننے کی بھی سعادت پائی۔آپ نے 1936 سے لے کر 1965 تک حضرت مصلح موعودؓ کا زمانہ پایا اور حضور کے ساتھ محبت والفت اور خدمت کی توفیق پائی۔بلکہ کم وبیش 11 سال یعنی 1952 تا 1963 حضرت مصلح موعودؓ کے مقدس قدموں میں بیٹھنے ،فیضیاب ہونے اور قریب سے آپ کے خدانما چہرہ کو دیکھنے کے بہت سے مواقع میسر آئے۔حضرت مصلح موعودؓ نے آخری پارے کا درس جولائی 1944 میں مسجد مبارک قادیان میں شروع فرمایا اس میں آپ کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔1948 میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ کو بھی دوسرے واقف زندگی ساتھیوں سمیت فرقان بٹالین کے رضا کاروں میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔بربط میں دشمن کی گولہ باری کے نتیجہ میں آپ کی دائیں آنکھ کا حساس پردہ پھٹ گیا۔

1946 میں آپ نے جامعہ احمدیہ قادیان سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا جس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ اسے لندن مشن کے سیکرٹری کے طور پر بھجوانے کا انتظام کیا جائے۔یہ معاملہ ابھی ابتدائی مرحلہ میں تھا کہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے عرض کیا

کہ اس طالب علم کا رجحان علم کلام کی طرف ہے اس لئے ہندوستان کیلئے زیادہ موزوں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے سلسلہ کے مفاد کی خاطر اس مشورہ کو شرفِ قبولیت بخشا۔

آپ کو مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور ماہنامہ خالد کا دسمبر 1954 سے اکتوبر 1956 تک نائب مدیر اور 1960 سے جون 1962 تک مدیر کے فرائض ادا کرنے کی توفیق ملی۔ آپ نائب قائد اشاعت مجلس انصاراللہ مرکزیہ بھی رہے۔ جلسہ سالانہ 1957 کے اجلاس شبینہ میں آپ نے پہلی بار تقریر کی۔ صیغہ نشرواشاعت نے اسے 1958 کے شروع میں شائع کیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس شوریٰ 1958 میں اس کا بطور خاص ذکر فرمایا۔

آپ نے بطور قاضی سلسلہ خدمت کی۔ اب بھی مجلس افتاء اور ریسرچ سیل کے ممبر تھے۔ جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر 1976 سے لے کر 1983 تک آپ کو تقاریر کرنے کا موقع ملا۔ ان مواقع پر کی گئی آپ کی تمام تقاریر شائع شدہ ہیں۔ جلسہ سالانہ انگلستان 1985 میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ذرّہ نوازی کی بدولت آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی نمائندگی کی توفیق ملی۔ جلسہ میں شرکت کے علاوہ حضور انور کے خصوصی ارشاد کے مطابق سویڈن ناروے اور جرمنی کی جماعتوں کا دورہ بھی کیا اور سوال وجواب کی مجالس کا کامیاب انعقاد بھی عمل میں آیا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ قرآن میں خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

3 اپریل تا 3 مئی 1990 گوجرانوالہ سنٹرل جیل میں 9 دیگر احمدی احباب کے ساتھ آپ اسیر راہِ مولیٰ بھی رہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کے فرزند مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کارڈیالوجسٹ فضل عمر ہسپتال کو ایک مکتوب میں فرمایا کہ شیر پنجرے میں بھی شیر ہی رہتا ہے۔ اللہ کے شیروں سے ملنے جاؤ تو میرا محبت بھرا اسلام اور پیار دینا۔

20 ویں صدی کے آخری عشرہ میں کیمبرج کے ایک عالمی ادارے انٹرنیشنل ببلیو گرافیکل کی طرف سے احمدیت کے اس خادم کو مین آف دی ایئر 1992-1993 کا اعزاز دیا گیا۔ یہ اعزاز ایسی خاص علمی شخصیت کو دیا جاتا ہے جن کی صلاحیتوں، کامیابیوں اور قیادت کا عالمی سطح پر اعتراف کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے تمام بڑے اور مؤقر اخبارات نے اس اعزاز کی خبریں دیں۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے چار خلافتوں کا زمانہ پایا اور خلفاء کرام کے زیرِ سایہ خدمت کی توفیق پائی اور ان کی نوازشات اور التفات نیز خوشنودی حاصل کی۔ آپ کا خلافت سے عشق ومحبت مثالی تھا۔ جب بھی خلیفۃ المسیح کی طرف سے کسی کام کے سلسلہ میں کوئی ارشاد موصول ہوتا، جب تک اس کی مکمل تعمیل نہ کر لیتے کسی اور کام کرنے کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ رات گئے تک خود اور اپنے رفقاء کو اس کام کے لئے مصروف رکھتے اور جب حوالہ جات اور ریسرچ کا مطلوبہ کام مکمل ہو جاتا تو آپ کو اطمینان نصیب ہوتا۔

آپ انتھک محنت کرنے والے بااصول شخصیت کے حامل تھے۔ اپنی عمر کے آخری ایام تک بیماری اور بڑھاپے کے باوجود باقاعدہ دفتر تشریف لا کر خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ پابندیٔ وقت کا بہت خیال رکھتے تھے، اپنے ساتھیوں کو بھی وقت کی بچت کا درس دیتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو لمحہ گزر گیا وہ کسی بھی قیمت پر واپس نہیں آسکتا۔

دعوت الی اللہ کا آپ کو بہت شوق تھا، اپنے مدلّل اندازِ تخاطب سے دوسروں کا منہ بند کرنے میں آپ کو خاص مہارت حاصل تھی، ہر اعتراض کی جڑ تک بآسانی پہنچ جاتے تھے۔ دعوت الی اللہ کا بے پناہ شوق اور ولولہ آپ کو براہِ راست اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا۔

آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو دنیا کے ہر موضوع کی کتب کا بھرپور مطالعہ تھا۔ آپ مطالعہ بہت تیزی سے کرنے کے عادی تھے۔ اگر آپ کے سامنے کتابوں سے بھرا بکس بھی آجاتا تو دو تین دن میں پڑھ ڈالتے اور ہر قیمتی حوالہ اور مطلب کی بات کو ہر کتاب کے ٹائٹل کی پشت پر نوٹ بھی کر دیتے، حوالوں کی کتب کا تلاش کرنا، ان کو محفوظ رکھنا اور ان کو برموقع استعمال کر کے دوسروں تک پہنچانے کا کام آپ نے بخوبی سرانجام دیا۔ اسی ذاتی شوق

کی بناء پر آپ نے اپنے گھر میں قیمتی حوالہ جاتی کتب کی لائبریری بھی ترتیب دے رکھی تھی اور ایک ایک نایاب اور تاریخی کتاب کے حصول کیلئے آپ نے دُور دراز کے سفر بھی کئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 23 اکتوبر 1982 کو مسجد مبارک ربوہ میں مجلس عرفان میں فرمایا:

مولوی دوست محمد شاہد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حوالوں کے بادشاہ ہیں۔ ایسی جلدی ان کو حوالہ ملتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ جب قومی اسمبلی میں پیش ہوئے تھے تو وہاں بعض غیر از جماعت دوستوں نے آپس میں تبصرہ کیا اور بعض احمدی دوستوں کو بتایا کہ ہمیں تو کوئی سمجھ نہیں آتی۔ ہمارے اتنے موٹے موٹے مولوی ہیں، ان کو ایک ایک حوالہ ڈھونڈنے کیلئے کئی کئی دن لگ جاتے ہیں لیکن ان کا دبلا پتلا سا مولوی ہے اور منٹ میں حوالے ہی حوالے نکال کر پیش کر دیتا ہے۔''

(روزنامہ الفضل 11 جون 1983)

روزنامہ الفضل اور دیگر جماعتی رسائل و جرائد میں آپ کے متعدد تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ روزنامہ الفضل میں عالم روحانی کے لعل و جواہر کے عنوان سے آپ نے مفید کارآمد، نایاب اور قیمتی حوالہ جات، واقعات اور معلومات پر مبنی ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا جس کی 544 اقساط اشاعت کے زیور سے آراستہ ہو چکی ہیں اور ابھی ان کی طرف سے موصولہ بہت سا مواد موجود ہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو غریقِ رحمت فرمائے۔ اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے، احباب جماعت احمدیہ اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(روزنامہ الفضل)

# منظوم کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

مغفرت بے حساب ہو جائے ۔۔۔ مرحمت لاجواب ہو جائے

قربِ رحمت مآب حاصل ہو ۔۔۔ وصلِ عالی جناب ہو جائے

دل کے مالک پکار سن دل کی ۔۔۔ ہر دعا مستجاب ہو جائے

بادِ رحمت سے اُڑ کے ہر غم و فکر ۔۔۔ ایک بھولا سا خواب ہو جائے

# مؤرّخِ احمدیت، مولانا دوست محمد شاہد

صادق باجوہ ۔ میری لینڈ

تھا فِدائے دینِ احمدؐ ، احمدیت کا سفیر
ہو گیا نظروں سے اوجھل ایک سلطانِ نصیر
احمدیت کے شَجر کا ایک شیریں تھا ثمر
جگمگایا عمر بھر مانندِ تابندہ سحر
وَقف کے ہر اک تقاضے سے ہوا تھا آشنا
بے بَدل عالم ، مدبّر ، باوفا و باخدا
اک مقرّر جس کو ہر دل نے کہا تھا آفریں
بات ہر اک تھی مؤثر و مدلّل ، دِلنشیں
اک مؤرّخ جو ہمہ گیری میں تھا اپنی نظیر
بحرِ عرفاں سے سدا چُنتا رہا موتی خطیر
حاسد و ظالم کے ہاتھوں بندۂ عاجز ، فقیر
یوسفی سنّت پہ چل کر ہو گیا اِک دن اسیر
اِنتخابِ مُصلحِ الموعودؓ ، ناصرؒ کی نظر
پڑ گئی جس شخص پر وہ ہوگیا یکتا گُہر
اِلتفاتِ طاہرؒ و مسرور سے مسرور تھا
اک رضا جوئی کا طالب حمد سے معمور تھا
طاعتِ معروف کا ہر حق ادا اس نے کیا
ہر خلیفہ سے نیا اک جامِ خوشنودی لِیا
ایک عالَم کی جدائی پر ہے، پُرنَم آسماں
حق کی جانب جو چلا ہے چھوڑ کر بزمِ جہاں

# اک پردیسی کے نام

## --- فائزہ کی یاد میں---

فریدہ محمود

لاکھ دعائیں دے کر جس کو بابل نے بھیجا پردیس
آج وہ دُنیا چھوڑ گئی سدھاری انجانے دیس
جس کے باسی کبھی نہ پلٹیں نہ بھیجیں کوئی سندیس
ماں باپ کی عزت رکھنے والی کسی سے کچھ نہ کہنے والی
سب سے پیار جتانے والی تنہا بار اُٹھانے والی
اس پر کیسی بپتا بیتی کوئی نہ جانے کیسے تھی جیتی
جانے کب وہ بچھڑی ہم سے کوئی نہ عندیہ کیا کسی سے
نہ لیا سہارا نہ دیا اشارہ کر گئی وہ سب سے کنارا
چھوڑ گئی وہ اپنا پیارا آنکھ کا تارا راج دُلارا
جو تھا اُس کے دل کا ٹکڑا چاند سا چہرہ پیارا مکھڑا
ہم سب کی وہ پیاری بہنا شرم و حیا تھا جس کا گہنا
آج وہ ہم سے رُوٹھ گئی ہے اس دُنیا سے دُور گئی ہے
سب کی دعائیں ساتھ ہیں اُس کے اپنے ہوں یا نہ ہوں اُس کے
جنت کے گُلشن کی بلبل چہکے مہکے ہر پل ہر گُل

# حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہدؒ کی یاد میں

مرزا محمد افضل، مربی سلسلہ، وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا

وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھا — مؤرخ تھا مگر شیریں سخن تھا
وہ خوشبو کی طرح ہر سمت پھیلا — مسیحِ وقت کا سرو سمن تھا
خلافت کے لئے سینہ سپر تھا — عدو کی چشم کی ہر دم چبھن تھا
کمالِ ذاتِ اقدس میں نہاں تھا — وہ اک درویش تھا رشکِ وطن تھا
وہ اک دریا تھا علم و آگہی کا — حقائق معرفت کا اک چمن تھا
مجاہد تھا وہ دورِ آخریں کا — وہ دَورِ اَوّلیں کا اہلِ فن تھا
وہ اک شعلہ بیاں تھا گفتگو میں — صداقت کے لئے وہ نعرہ زن تھا
وہ خوش اسلوب تھا وہ خوش بیاں تھا — وہ کیا تھا گفتگو کا بانکپن تھا
وہ اپنے دَور کا پیر و جواں تھا — وہ عہدِ نَو تھا اک عہدِ کہن تھا
حضورِ حضرتِ شاہِ سخن تھا — وہ روحانی خزائن کا تھا حافظ
وہاں ہو گا خدا کے سائے میں وہ — کتب خانہ اُسے باغِ عدن تھا
وہ رشکِ دوستاں تھا دوست شاہد — جنونِ شوق میں دیوانہ پن تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصــــر

پیارے احباب جماعت احمدیہ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جماعت احمدیہ امریکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا 61 واں جلسہ سالانہ ۲۱/۲۰/۱۹ رجون ۲۰۰۹ء کو منعقد کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ سالانہ کے انتظامات میں بہت برکت ڈالے اور کامیاب فرمائے اور کامیاب جلسہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ نے زمانہ کے امام کو ماننے کی توفیق پائی ہے۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ اسلام احمدیت کے غلبہ کے لئے ایک غیر معمولی کوشش کریں اور جس نور سے آپ منور ہوئے ہیں اس نور سے براعظم امریکہ کو بھی منور کریں۔ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف کھینچنے کے لئے سب سے اہم اور کارگر ہتھیار نیک نمونہ اور اخلاق ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور قوت قدسیہ کا نتیجہ ہی تھا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

گذشتہ سال مَیں آپ کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوا تھا۔ جماعت میں غیر معمولی جوش، جذبہ اور فدائیت تھی۔ خدا تعالیٰ اسے ہمیشہ قائم رکھے اور خلافت احمدیہ سے آپ کا تعلق ہمیشہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے اور یہ تعلق اور یہ پیوند اُسی وقت مضبوط ہوسکتا ہے جب آپ اُن باتوں اور اُن نصائح پر دل وجان سے عمل کریں گے جو میں نے آپ کے جلسہ میں آپ کے سامنے بیان کی تھیں اور مغربی معاشرہ کے وہ رسم ورواج اور عادات جو انسان کو مذہب سے اور خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں۔ اُن سے بچتے ہوئے اسلام کی حسین تعلیم سے ہمیشہ چمٹے رہنے کی تاکید کی تھی۔

پس آپ کا حقیقی معنوں میں خلافت سے محبت، وفا اور اطاعت کا تعلق اُسی وقت مضبوط سے مضبوط تر ہوگا جب آپ اسلام کی اِس حسین تعلیم پر عمل پیرا ہوں گے اور اِن سب نصائح پر عمل کرتے ہوئے اپنے عملی نمونے پیش کریں گے اور اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔

اس لئے آج کے جلسہ سالانہ پر میرا آپ کو یہی پیغام ہے کہ اپنے اندر نیک تبدیلیاں پیدا کریں۔ دنیا کے سامنے اعلیٰ اخلاق پیش کریں اور اپنے نیک نمونہ سے لوگوں کے دل اسلام احمدیت کی طرف کھینچیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں؛

''اگر تم چاہتے ہو کہ تمھیں فلاح دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو۔ عقل سے کام لو اور کلام الٰہی کی ہدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو۔ دوسروں کو اپنے اعلیٰ اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ تب البتہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس پہلے دل پیدا کرو۔ اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو تو عملی طاقت پیدا کرو کیونکہ عمل کے بغیر قولی اور انسانی طاقت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔۔۔۔ تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ ﷺ کے حصہ میں آئی اس کی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لئے ہوا کہ آپ کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔ میری یہ باتیں اس لئے ہیں تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو ان باتوں پر عمل کرو اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمھارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو''۔

(ملفوظات جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۷/۶۸)

پس آپ بحیثیت جماعت بھی اور انفرادی طور بھی دنیا کے سامنے نیک نمونہ پیش کریں اور یہی آپ کی طرف سے احمدیت کی تبلیغ ہوگی۔ اگر آپ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنا چاہتے ہیں تو اپنے نفسوں کو پاک کریں اور تقویٰ اور طہارت کو اختیار کریں۔ اپنے اخلاق اور اطوار ایسے نہ بنائیں جن سے اسلام کو داغ لگ جائے بلکہ ایسے بنائیں کہ کسی مخالف کو بھی آپ پر نکتہ چینی کا موقع نہ ملے۔ پھر عبادات کا اعلیٰ معیار قائم کریں۔ دعاؤں پر زور دیں۔

اس دور میں جماعت احمدیہ کا قیام اِسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے اور ان میں تقویٰ اور پاکیزگی پیدا ہو جائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں؛

''اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ۔

(ملفوظات جلد نمبر ۱، صفحہ ۲۶۶/۲۶۷)

نیز فرماتے ہیں؛

''نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے''۔

(الوصیت صفحہ نمبر ۹)

پس اپنے اندر نیک اور پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آئیں۔

یہ خدا کا فضل اور اِحسان ہے کہ اُس نے آپ کو خلافت کی نعمت سے نوازا ہے۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہو سکتی جب تک اُس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے لئے اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔ اس لئے آپ اپنے پاکیزہ اور اعلیٰ نمونے دکھاتے ہوئے خلافت احمدیہ سے اِخلاص اور کامل وفا کا تعلق قائم رکھیں اور خلیفہ وقت کے ہر ارشاد پر دل و جان سے لبیک کہیں۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے۔

اس جلسہ کے تمام اوقات میں ذکر الٰہی میں مصروف رہیں۔ آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود بھیجیں۔ نمازوں کی پابندی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کی مدد و نصرت فرمائے۔ آپ کی مشکلات اور پریشانیوں کو دور فرمائے اور اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس